



LIBRARY
 Anjuman Taraqqi Urdu (Hind)

مکتبہ شاہ جہاد

۸۹۱۲۳۱
غ ۱۱
۲۴۹۰

نعداد اشاعت	ایک ہزار
پہلی بار	فروری سنہ ۱۹۵۸ء
قیمت	دس روپے

چند پریس - دہلی



غزلیات

نقش لڑائی ہے کس کی شوقی خمیر کا
 کافندی ہے پیر میں ہر پیکر تصویر کا
 کاہ کا بوسمت جانیسائے تنہائی نہ پڑھ
 شمع کرا شام کا لا ہے جوئے شیر کا
 جھنڈے ہستیاہ حقوق دیکھا چاہے
 سینہ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا
 آگهی دام شہیدان میں تہہ چاہے کچھائے
 تہہ صفت سے اپنے عالم تقرر کا
 بسکے نہیں غالب میری آتش زہرا
 شوق آتش دیہ ہے طلقہ بری زلیر کا



بڑ ترس لہو کوئی نہ آیا ہر دوسے کار
 ہش فگی نے خشن سویا کیا دوست
 تھا خواب میں خیال کو تجھ سے نہ ملے
 ایسا ہر نکتہ غم دل میں ہیں ہند
 تھا پناہ کن نے داغ جو پے پگی
 تجھے بغیر نہ سکا کو کین اسد
 کہتے ہر دوسے ہم دل مگر چلا پایا
 عشق سلطنت نے تربیت کھڑا پایا
 دو سدا دشمن ہے اتحاد دل معلوم
 سادگی و بچہ کاری چو کی شکاری
 خیر پھر گئے کھٹنے کج ہم نے بادل
 عالی دل نہیں معلوم لیکن میں تدبیر
 صورتہ ناس نے زلم پر لکھ چھوڑا
 دل ماسوز خاں سے ہے کاما مل گیا
 دل میں عشق بھل دیا پر لکھ باقی نہیں
 میں عدم سے بھی پر ہے میں نہ داخل پایا
 عرض کیجئے جو ہر اہلیت کی گری کہیں
 دل نہیں رہے کہ دکھانا دورہ دھو کی ہند
 میں ہی ہر افسوس کی کہندہ غالب کدل

محسوس مگر بہ تنگی چشم مشورہ تھا
 ظاہر ہو کر داغ کا سرمایہ خود تھا
 جب آنکھ کھل گئی نہ زیاں تھا نہ خود تھا
 لیکن ہی کر دست گیا اور خود تھا
 میں دور ہر لباس میں تنگ و خود تھا
 سرشت مشہور دھوم و دھند تھا
 دل کہیں کہ گم کیجئے ہم نے تھا پایا
 درد کی دوا پانی درد ہے دوا پایا
 آہ ہے اوروں کی نالہ تارست پایا
 عشق کو خفا میں قیامت کڑا پایا
 غم کیا بھرا دیکھ گم کیا ہوا پایا
 ہم نے بار بار صبر معائنہ نے ہوا پایا
 آپ سے کہی بچے تم نے کیا ہوا پایا
 آتش خاموش کے ہلندہ گرا مل گیا
 لگ رہا مگر میں گئی دلی کہ خال مل گیا
 میری آواز انہیں سے بال مستمل گیا
 کہ خیال کا تھا دشت کا کھڑا مل گیا
 دس چار مل کا کہیں کیا کھڑا مل گیا
 دیکھ کر فتنہ نہ تھا کب مل گیا

فردوس گمشده



شوق ہر رنگ در تپ سرو سارنگ
 زلم نے داد نہ کی تھی دل کی یارب
 بوسے گل ہلا دل دودہ چرخ معطر
 دل بہت دودہ تھا امانۃ اللہ بہ درد
 ہے نور آموز قفا بہت و شودارینہ
 دل میں پھر کر کے لک شود اظہار غالب
 دلی میں رنگی جو نہ آپ خبر دہا
 تھا زندگی میں رنگ کا کھٹکا لگا ہوا
 تا یقین نہ تھا سے نہ فکر نہ تھا میں
 دل تا بجز کہ سال ہیہا میں چاہ
 جاتی ہے کوئی کھٹکوں تہہ شش کی
 وہاں بہت سارے دشتے دیکھے
 یہاں چکھن اہم شہت میں کی ہے
 وہیں شش دفا و شش شش دہا
 ہنر خط سے ترا کا گل سرکش دہا
 میں نے چاہا تھا کہ اندام و شش ہوں
 دل گر کا وہ خیال ہے، سافری میں
 ہوں تہہ دہا نہ کرنے بھی دلی لکھی
 کس سے سافری شہت کی شہوت کیجیے

قیس نہیں کہہ دے سہی گی ٹولہ کا
 تیر ہی بیت بیل سے پڑا تھا کا
 جو تری جہم سے لگا سو پر شاں کا
 کام یاروں کا بقدر لب و دہا کا
 سہت شکل ہے کہ یہ کام کی لکھی کا
 کوہ قلعہ دہا تھا سر طوطا کا
 عشق تیر بہت ہے چھکار رہا تھا
 اُنکے سے دہا شش دہا کا
 بہت شش ال بھی نور دہا تھا
 اس بہت میں دہا گل اُنکے کہ تھا
 دل ہی لکھی کہ تری دہا کا
 تہا میں ہی خیال دہا کا
 حق شہوت کہ ہے لب لکھ دہا تھا
 ہے یہ دہا کہ شش دہا کا
 یہ نور دہا شش دہا کا
 دہا شش دہا کا ہے یہاں دہا کا
 گر شش دہا دہا شش دہا کا
 گوشت بہت کہ لکھی دہا کا
 ہم نے چاہا تھا کہ دہا شش دہا کا

[illegible]

ناشرانی سے مراد یہ ہے کہ ہم جس دنیا
 وہ گنگوٹ سے ہم کتابوں کے طبعی نہیں کا
 کہ ہر ایک نظر انوں دانہ ہے تسبیح میں کا
 کیا داخل ہیں جو گنگوٹ ہوا کشتہ تہستان کا
 مراہر دلی ایک قلم ہے سرور چھاں کا
 کہ ہے ہوں پر نور شمس عالم جنس کا
 یہ ہے برق بزم کا ہے خون گرم و جفا کا
 عذاب کو رہنے کا گماں کہ ہے یہ عذاب کا
 چرخ شرف میں ہیں بے زہی گور فریض کا
 دلی انسو گویا جمو ہے ناست کہند کا
 سب کیا خواب میں اگر کشمراے چنل کا
 قیامت ہے سرکش کو وہ تاجی چنل کا
 کو کیشیروز ہے عالم گلابو پریشاں کا
 میں درخو کتاب ہے یہ ہے ہر کا
 یہ وقت ہے گفتگو گھاسے باز کا
 میں اور ڈک تری مرزا ہے باز کا
 غم ہوں ایک ہی غمیں جاگاز کا
 ہرگز نہ بڑا ہے سر شیط باز کا
 جان چست غمیں اس گور غم باز کا

تاجان کا پیش خم چروں نو اوست
 بزم شادبختی میں افسار کا دفتر کشا
 شبِ بختی پھر انجم خوشنہ کا شکر تھا
 گرچہ ہوں وہاں کہیں دوست کھٹکتا رہا
 گو کہ بھولش کہ اچس کو ہاں نہں کا سید
 ہے خیالی شمن میں شمن گل کا سہیل
 منہ نہ کھٹکے پہلے وہ عالم کو دیکھا ہی نہیں
 وہ رہنے کو کہا اور کہے کیسا پھر گیا
 کہیں آج بھی ہے شبِ غم ہے ہاتھ کا تھول
 کیا رہن راجد میں غم شبِ بختی کا چال
 انکی آفت و بخت میں رہے وہی کہیں کام چہ
 شبِ کوہِ بختی پہنچاں سے بڑا برباب تھا
 وہ کرم کو خدرا دیش تھا عکس گیر غلام
 وہ خود ادا کی کو تھا سوتی پہلے کے قہیل
 جہول گل سے کیا تھا وہی چالیں آپ بزم
 یاس پر بارش و رگالی سے تھا وہ بزم
 یاس نہں کن تھا کاشن شمع بزمِ بختی
 فرش سے تاحوش لعل تھاں تھا چنگ
 نگاہیں اس رنگ سے کو نہ بچنے لگا

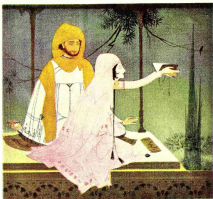
بیہوش تھا آنکھت گزرا ہے راز کا
 نگاہِ یارب : وہ گھیرے گا مسرور تھا
 اس خلقت سے کو کرنا لگے سے کاور تھا
 آستین میں بکشتہ بختاں اتار میں بکشتہ تھا
 پرہیز کیا کہ ہے کہ کچھ سے وہ پہلی بچپن تھا
 لکھ کا راک وہ ہے بری گر کے اندر تھا
 نعت سے بزمِ نقاب ہر شمع کے شمع تھا
 بختی سے میں مرا ہوا وہاں بکشتہ تھا
 آج افسری کو رہے گا وہی افسر تھا
 اور آج ہے دل سے آہ وہاں بکشتہ تھا
 واسطے میں شمع کے غالب گنبد ہے وہ تھا
 شعلہ بختی و بزمِ شمع شاد بختی تھا
 گریہ سے میں بختی بختی میں سیلاب تھا
 یاس بزمِ انگس میں تابکنیاب تھا
 یاس میں بختی بختی سے غم میں سیلاب تھا
 وہ وہ فرق تازیم بکشتی کو بختی تھا
 جہول گل یاس بختی بختی بختی تھا
 یاس میں سے اسان تک بختی بختی تھا
 دل کہ فرق کا بختی بختی سے بختی بختی تھا

کی رہے تھی کہ ہوش نے جاسے ہو
 تیرے دل کا کہ کپڑے کی قسمت غالب
 شب غم و شوق ماتی کہ تجھ کو نہ تھا
 یکسو ہو چکا دوسرے کو تو کون کا
 پانی دھو کر میں اس کی کون ہے
 پختہ ہوا دل اندازہ ستا ہے سن
 اکمل نے لکھ لکھ کر تیرے دل پر باد
 دست توڑی میری میری سن بڑا سنگ کیا
 بے نیازی سے کھڑی ہندو کہ نگ
 عشق پہنچ کر آئیں وہ وہ دل فرس دہ
 آج وہ سن گئی ہنسے تھے باہر کون سی
 کہ کیا سچ نے ہم کو کہتے ہیں تیری
 غار زار دہشت میں ڈھکے سے کھینچ لیا
 چاہتا ہوں میری تو کو تم ہنسے ہند
 یہ نہ تھی چاہی قسمت کہ وہاں پار ہوتا
 تیرے دھڑکے پر ہے تم تو یہ ہوش ہوتا
 تیری تار کی سے چاہا کہ بندھا تھا دہرا
 کوئی پرے دل سے پہنچے تیرے پر کش کر
 یہ کہیں کی تھی ہے کہ بے ہوش ہنسے

اسے اس نے وہ پیشیں کا پیشہ ہوتا
 جس کی قسمت میں ہم عاشق کی گریہ ہوتا
 آج ہم باد صورت کا ڈھیر ہوتا
 ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا
 غار ہون ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا
 دست ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا
 ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا
 زخم کے بھرے گلاب تھی نہ تھا ہنگام
 ہم کھینچے حال دل اور آپ تو ہنگام
 کوئی ہوا کہ یہ تو بھلا کہ بھلا ہنگام
 خدیر سے تھی کہ تھیں وہاں ہنگام
 یہ تیرے عشق کے اندر ہنسے ہنگام
 ہیں کہ تار و تار کی سے کھینچ لیا
 ہم نے ہوا کوئی میں نہیں کھینچ لیا
 اگر اور جیسے جیسے میں بھٹک رہا ہوتا
 کہ تھی سے مراد چاہتے اگر اختیار ہوتا
 کہیں تو نہ توڑ سکا اگر دست ہوتا
 یہ غلش کہیں سے ہوتی ہو جگر کے پار ہوتا
 کوئی چاہتا تھا کہ کوئی نہ لگا رہا ہوتا

رگ سنگ سے پٹکا ہو کہ پھر نہ قوتا
 تو اگرچہ جاں نکل ہے کہان کس کردل ہے
 کوں کس سے ہی کہ کیا ہے شبیم ہی لایا ہے
 ہرے عمر کے ہم جو رہا ہو سنگین فرق دیا
 اُسے کوں دیکھ سکا کہ لگا نہ ہے وہ یکا
 یہ ساقی قصوف یہ قداریاں غالب
 ہوس کو ہے نشان کار کیا کیا
 قابل بیشکی سے نہ تھا کیا
 نازش اسے دجا دیکھتا ہوں
 لگاو ہے عجا چاہتا ہوں
 فردغ شلاض یک نفس ہے
 نفس نوح خجوا ہے فردی ہے
 دماغ عطرہ بزمیں نہیں ہے
 دل ہر قطرہ ہے سازگار
 عجا کیا ہے غرض فاضل اور کچھ
 سخن اسے غارت کر بھی دقا ض
 کیا کس نے بگردی کا دھوئے
 یہ قافلہ مسدود صبر کزنا کیوں
 لانے نہیں ہے غالب اس کی کبریا

چنے فرسور ہے ہوتا اگر شہر ہوتا
 فرعون لگ نہ ہوتا غم سودگار ہوتا
 بچے کیا بڑا خار رہا اگر ایک ہوتا
 دیکھی بہت ازہ افشاں کہیں مزار ہوتا
 جودولی کی بڑی ہی ہوئی تو کہیں دھار ہوتا
 سب سے ہم دلی بگھے جو نہ بھار ہوتا
 نہ ہو مرنے تو سب سے کا مزا کیا
 کہاں تک اسے سراپا جان کیا گیا
 جلاہت اسے دیکھی کا لگا کیا
 تھاعل اسے تسکین لٹا کیا
 ہوس کو یاں ناموسیں دقا کیا
 تھاعل اسے ساقی کا لگا کیا
 فم تھارگی اسے صبت کیا
 ہم اس کے ہیں ہمارا چھٹا کیا
 شیدان لگا کا غول بہت کیا
 شکست بہت دل کی دقا کیا
 شکیب خاطرہ عاشق بھلا کیا
 یہ کا زفتنہ طاقت نہ کیا
 عمارت کیا اشارت کیا عوا کیا



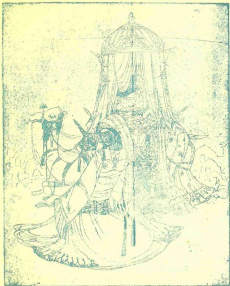
پہن کا ملوہ ہا صت پتہ ری گسٹری کا

وہ خود قدر و خضب جب کوئی ہمساز نہ تھا
 بندگی میں بھی وہ آزاد و خود میں ہی کہم
 سب کو قبول ہے دعویٰ نری بیکتانی کا
 کم نہیں ان پیش ہر نامی ہشتم عمر میں
 سینہ کا داغ ہے وہاں کہ لب تک نہ گیا
 نام کا میرے ہے جو دانکہ کہ کسی کہ نہ
 ہر جہتی تو سے دم و ذکر نہ چلے غولاب
 قلم و قریب و جلد لکھانی تھوے نہ فریگی گل
 حق خبر کرم کہ غالب کے لڑنے لگے بڑے
 چہ اندر کرم حق سے شرم نہ ہواں کا
 نہ تو شمس نہ شاد و ست نہ تو ایوانی کا
 لکھ حسن نے جلوسہ پیش کہ ہو کوسا
 نہ ارا چوں کہ ہے ہم غافل ہی گاہی
 تھوے نہ ان کو پاس ہے نہانی ہے
 وہی کہ ہر جہتی میں ملے محبت گل ہے
 دانی ہر جہتی و خاکہ جو ز بھر نہ دانی
 نہ لے لے کہ نہ طول غالب حق کو لے
 گر نہ اند و شب فرقت دیاں ہو جائیگا
 نہ ہو گر ایسی شام ہر میں ہوتا ہے آب

پھر غلام کیا ہے کہ ہر سا کوئی پیدا نہ تھا
 اُسے چھوڑے دیکھہ مگر نہ ہوا
 وہ نہ کوئی نہوت کا شہنہ نہ ساز نہ تھا
 خیرا نیست ار بڑا کیا ہے کہ اچھا نہ تھا
 خاک کا مذاق ہے وہ قلم و کہ وہاں نہ تھا
 کام میں میرے ہے جو فتنہ کہ پرت نہ تھا
 حرم کا غلبہ ہوا عشق کا چرچا نہ تھا
 کھیل رنگوں کا ہوا دھواں ہرستان نہ تھا
 دیکھئے ہمیں گئے تھے یہ جاہل نہ تھا
 بخون جلوسہ سعد نگ دعویٰ پارسی کا
 یہ غرض نظر ثابت ہے دعویٰ پارسی کا
 پرانے خانہ بدیش پر کا سر گداں کا
 نہا نامہ خون کے گز غن آشنائی کا
 شاہ پس سے تھکا لکھو نہوت پانی کا
 جس کا جلوسہ عہد چہری انگلیں آئی کا
 دم تک ہے وہاں چاہے تری ہوئی کا
 کہ کس طرح میں بھی شہا ہے ہواں کا
 ہے شکست داغ سر خرم اس ہو جائیگا
 ہر تو تاسب جلی اللہ اس ہو جائیگا

لے توں سوتے ہوئی کہ ہاں کھو سرگر
 دل کو ہم صحت و طاقت کے لئے کیا سہم تھا
 جکے دل میں ہے جگہ تری جو تو راہی ہوا
 گر تھک کر م فریق رہی تسلیم خط
 داغ میں تھکے جاوے میرے حال پر
 دے گر میرا ترا انصاف عشر میں دہو
 قائم کیا سوچ آفر تو میں رہا ہے سہم
 اسد ہم درجنوں میں گدائے بد مزاجی
 درد و ہشت کشی دہا نہ ہوا
 جمع کرتے ہو کیوں رقیبوں کا
 ہم کہاں قسمت آزمائے جائیں
 کتنے شیریں ہی تو ہے اب کدیب
 ہے خبر گرم حق کے آنے کی
 کیا وہ ضرور کی شہدائی تھی؟
 جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
 زخم گر سب گیا نہ رخت
 رہزنی ہے کہ داستان ہے
 بگڑے ہوئے گونگ کہتے ہیں
 جو ہے شوق کو دل پر بھی نکل جا کا

دسی اتوں سے وہ کافر بکس ہوا جاک
 بنی نہ چلے ہی اندر احمدی ہوا جاک
 بھسب گوا اک نہ اندر میں ہوا جاک
 شلوس میں خیلوں گویں خنک ہوا جاک
 ہر گئی تو ایک چشم غوغشاں ہوا جاک
 اب تک تو یہ توغ ہے کہوں ہوا جاک
 دھنی دھنی کی ہے کانیں ہوا جاک
 کہ ہے سر چڑھ گویں اور پشت غار پنا
 نہیں نہ اچھا ہوا بھنا نہ ہوا
 اک تاسا ہوا بھنا نہ ہوا
 تھی جب غم سر گزرا نہ ہی
 گاہیں کھا کے ہے مزا نہ ہوا
 حق ہی گھر میں ہوا نہ ہوا
 بندگی میں مرا جھٹلا نہ ہوا
 حق تو ہے کہ حق نہ ہوا
 کام گر ترک گیا نہ ہوا
 لے سکے دل دستوں دہا نہ ہوا
 حق غالب فرل سدا نہ ہوا
 گزریں تو تھا جسطراب دیا کا



جب یہ تقریب سفر بارے میں ہندوستان پہنچا شوق نے ہر قدم پر اک دہل باندھا

یہ جانتا ہوں کہ تو اور پانچ مکتوب
 تاسے سے ملے ہیں ہے بہادر گیت ہیں
 غم فراق میں کلیمت سنسیر افروز
 ہنوز عمری شمس کو ترستا ہوں
 دل میں کہ پہلے ہی تار و دات سے لہے لہے
 نہ کہ کہ گریہ بقدر حسرت دل ہے
 تلک کہ کہ گریہ کرتا ہوں مگر یاد ہے
 قنارہ سے ہر کہ حسرت سے شمس بچھا
 اعتبار عشق کی خاطر فراموشی
 بس بقرب سفر پار سے عمل باندا
 اہل خوشی نے ہر جہت کدہ شوقی ناز
 پاس دانند کے یک طرفہ یہ دل لگا
 نہ بندے شعلی اندق کے حشوں غالب
 نہیں اور دہم سے سے یوں کشک کام افلا
 ہے ایک تیرس میں دہن چھپے پڑے ہیں
 در اندک میں غالب کو ہیں چہرے تو ہوائوں
 مگر ہوا جو نہ دہے گی تو میں ہوا
 شعلی دل کا لگا کیا یہ وہ کا فرول ہے
 بعد یک عمر دہن بار تو رہتا ہمارے

مگر سستہ دہن میں ذوق غبار سا کا
 وہ دم کہتے خاطر ہے پیش دینا کا
 شعلے دہن میں نہیں خندہ اسے دینا کا
 کہ ہے ہے ہر شمس کو کام شمشیر کا
 ہیں دہن کھل میں کے تھا شمس کا
 مری لگا دہن میں ہے مس دہن دینا کا
 بظاہر میں اس کی ہے انداز دہن کا
 غلط جہت سے سر اس دہن کو میرا
 غیر سے کی کہ دہن دہن دہن
 تیر شوق سے ہر دہن دہن دہن
 جو ہر دہن دہن کو طوطی اسل دہن
 جو ہر دہن دہن نے غم دہن دہن
 کہ دہن دہن دہن دہن دہن دہن
 گریں سے کی حق تو پشانی کہ کیا ہر دہن
 وہ دہن گئے کہ دہن دہن سے بھر دہن
 ہر دہن دہن دہن دہن دہن دہن
 ہر دہن دہن دہن دہن دہن دہن
 کہ اگر دہن دہن دہن دہن دہن
 کا شمس دہن دہن دہن دہن دہن

نہ تھا کہ تو خدا تھا کہ نہ ہوتا۔ تو خدا ہوتا
 ہو جب تم سے ہیں میں تو کیا سرکے کھٹکا
 ہوئی لذت کہ قالب مر گیا پر یاد آتا ہے
 ایک آواز نہیں تھیں دیکھ بار بار کا
 بے سے کہے ہے طاقت کشمکش کی
 جمل کے کدو بدو نہیں خندوانے گل
 تازہ نہیں ہے لڑا لڑا سخن سبھے
 سو بارینو عشق سے آواز ہر سونے
 بے خون مال ہے چشم میں سرے گلزار
 بارخ شگفتہ شہر۔ بسا دانت اول
 وہ مری ہیں جن میں سے غم پناں بھا
 یک اہستہ پیش نہیں۔ صیقل آئینہ ہنوا
 شبنم اسباب گرفتاری خاطر مست ہو گیا
 بد لگائی نے نہ چانا اسے سرگرم غرام
 ہر سے اپنے یہ جانا کہ وہ بدلتی کا
 سفر عشق میں کی صفت نے دانت ملیں
 تھا کر میں مڑو بار سے دل تادم مرگ
 دل دیا جان کے کیوں کہ وہ کدو اسد
 ہر کے بیٹھ تر یاد آیا

فریاد ہو کہ ہونے نے نہ جانیں تو کیا ہوتا
 ہی تاکر عشاق سے تو زمانہ پر دھرا ہوتا
 وہ مرگ بات ہے کتنا کہ نہیں ہوتا تو کیا ہوتا
 اس چادر میں فیکہ ہے وار کے گل کا
 کھینچا ہے ہر جہل نے غلا دیاں کا
 کہتے ہیں میں کو عشق تلخ ہے دلیں کا
 تروا کہ مستقیم ہیں دلوں چرائی کا
 پر کیا کریں مگر دل ہی صدمہ فرخ کا
 یہ جنگہ فرا جیسے بے کے تلخ کا
 ہر بار۔ عشق کدو کس کے دلخ کا
 رہ مکتوب : بے رطلی عشقوں بھا
 چاک کرتا ہوں میں جب سے اگر میں بھا
 اس قدر تنگ بہ اول کو نہیں غذاں بھا
 فنا ہے ہر قطر و مسدوق جو میر میں بھا
 نہیں میں سے تپش شعلہ سوزاں بھا
 ہر قدم سار کو میں اپنے شہتیاں بھا
 دلچ یہ کن تھا اس مست دلساں بھا
 خلی کی کو جو کا جسمہ کو شہلاں بھا
 دل ہر تیشہ فریاد آیا

وہ لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز
 سادگی ہانپنے لگنا ۔ یعنی
 حضورِ مانگی ۔ آئے سرہی ملی
 زندگی میں بھی گڑھی جاتی
 کیا ہی بھروسے سے لڑائی ہوگی
 اور وہ خراسان قزاقوں کی
 پھر ترسے کوچ کو جاتا ہے خیال
 کوئی دیرانی ہی وہ ان سے
 میں نے کہیں نہ دیکھا ہے
 ہوئی تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا
 تم سے جدا ہے کچھ اپنی تہی کا کلا
 تو کچھ بھول گیا اور تو بہت بھلاؤں
 قیدیں جتنی تھیں کوئی نہایت کی یاد
 پہلی ایک کوئی لکھنؤ کے آگے لایا
 غایتِ ملکہوں اور کچھ لکے اپنے ہوتی
 دیکھ کر فریاد ہو کہیں نہ کیجیو شہ
 بدشیر میں سب نہیں رکھتے نہ فرار کو نام
 ہم تھے مرنے لکھتے پاس نہ آیا دس
 پکڑے جاتے ہی فرشتوں کے گھر رہتی

پھر ترس وقت سفر یاد کیا
 پھر وہ غیر گلاب نظر یاد کیا
 تار کرتا تھا ۔ جسک یاد کیا
 کہیں ترس راہ گذر یاد کیا
 پھر ترسٹھ میں گر یاد کیا
 دل سے تنگ آگے بگڑ یاد کیا
 دل کمر گشتہ سنگ یاد کیا
 دشت کو دیکھ کے گھر یاد کیا
 تنگ اٹھا یاد تھا کمر یاد کیا
 آپ آئے تھے مگر کوئی میں گر بھی تھا
 نہیں ہی کچھ استہزا غری تقدر بھی تھا
 کبھی ترسک میں ترسے کوئی بگڑ بھی تھا
 میں کچھ کسبِ گر نہ پای دھن بھی تھا
 بات کرتے کو میں اب تھکے تھن بھی تھا
 گر کچھ چٹے تو میں دانتی توں بھی تھا
 تار کرتا تھا ۔ دے لے لایا بھی تھا
 ہم ہی تھکے سہیں میں دھن بھی تھا
 آخر اس شوق کے ترسک میں لگتی تر بھی تھا
 آدمی کوئی بھلا دم تھکے بھی تھا

رہنے کے نہیں آتے نہیں جو غالب
 لب فلک و چشمنکی فرماں کا
 بر آئیس دی ہستہ چکانی
 تو دوست کسی کا بھی سنگ نہ ہوا تھا
 پھر نام غلب کی طبع دست خدائے
 توفیق یاد نہ بہت ہے ازل سے
 جب تک کہ در کھا تھا قہار کا عالم
 نہیں ملو دل کندگی بار سے ملتی ہیں
 دریا سے صاف تنگی سے بہا فلک
 جانی اچھی ماسد طبع فکر سے مرستہ نہیں
 شب کہ وہ مجلس فرود غلبت ناموس تھا
 مشہد عاشق سے کہیں تک جواگتی ہے دنا
 حاصل گفت و گو کیا پڑ بہت کثرت
 کیا کہوں چارہ نام کی فراغت کا بیان
 آئینہ کو چہا سازنے کے رہ گئے
 کلمہ کو پٹہ تھ سے گردن نہ لایے
 حوض نیاز عشق کے قابل نہیں را
 جاتا ہوں باغ مسرت ہستی کے ٹہنے
 مرے کی اسے دل گوری تدبیر کہ نہیں

کہتے ہیں اگلے زمانہ میں کوئی میری تھا
 زیارت کہ ہیں دل بندہ گاہ کا
 نہیں لکھیں لب و لہجہ و خاطر گاہ کا
 اندوں پہ ہے وہ طہر کہ کھڑے رہا تھا
 طرز شیعہ خورشید کے بر لہر نہ ہوا تھا
 آنکھوں میں ہے وہ طہر کہ گہر نہ ہوا تھا
 عین مسرت و شوق مسکرت نہ ہوا تھا
 میں سبقت شوق مسکرت نہ ہوا تھا
 میرا منہ وہ امن دہی امن نہ ہوا تھا
 آتشکدہ جاگیر مسند رہ نہ ہوا تھا
 رشتہ تیر طبع ظاہر کسوت فائز تھا
 کس قدر باپ باک مسرت پاہوس تھا
 دل و دل پرستہ گویا اک لب اندوس تھا
 جو کہ کھا یا خون دل ہے مشیت کہوس تھا
 صاحب کو دل نہ بیٹا پکنا طور تھا
 اس کی تھا نہیں ہے میرا قصور تھا
 جس دل پہ تیر تھا کھلے وہ دل نہیں را
 ہوں شمع کشتہ درخیز جھل نہیں را
 شایان دست و بازو سے قافل نہیں را



بر تو کے عشق میں ہوا تیرا ہے
 خاک روئے میں شوق نے بند خواب عشق
 گوئیں مارا میں ستم اسے روزگار
 دل سے ہوا کے کشتہ خاک گئی کہاں
 بیدار عشق سے نہیں ڈرتا مگر کہ
 رنگ کتا ہے کہ اس کی فرسے خاص چینا
 ذوق ذوق۔ ساغر شکار شیر رنگ ہے
 شوق ہے سہاں طراز نازش از باب بزم
 نہیں۔ اور رنگ گشت کا گھڑا وہ دل چسبی کہ ہے
 شکوہ سچ رنگ بعد بزم۔ زور بنا چاہئے
 ربط یک شیر ذوق و مشت میں از اسے جدا
 گوئیں تماش یک مثال شیریں تھا کہ
 فکر اس ہی عشق کا اور پھر یہاں اپنا
 سے وہ کہیں بہتو چیتے زہر میں بارب
 شکر اک ہندی پر اور ہم بنا سکتے
 دے وہ جس قدر کہ تم میں نہیں آئیگی
 اور دل کس کہ تک پہنچاں لو کہہ اُن
 گھٹے گھٹے مٹ جا کا آپ نے مٹ ہوا
 تاکہ نہ غازی کر لیا ہے دشمن کو

اس اختیار نا قیاس و کاہل نہیں رہا
 خیر از نگاہ اب کوئی کاہل نہیں رہا
 لیکن جسے خیال سے غافل نہیں رہا
 ماکا۔ سہلے سر سے ماہل نہیں رہا
 جس ال پہ ناز تھا۔ تجھے وہاں نہیں رہا
 عقل گئی ہے کہ وہ بے ہوش کا آشنا
 گردشیں مجھوں پہ پگھلائے ایسا آشنا
 ذوق۔ صبر و استقامت۔ قہر۔ دریا آشنا
 عافیت کا دشمن۔ اور۔ آوارگی کا آشنا
 میرا زانو نہ نہیں۔ اور تیرے تیرا آشنا
 سینہ رنگہ صبا آورہ گل نا آشنا
 سنگ سے سر بار کن ہو سے زہید آشنا
 بن گیا رقیب آخر تھا جو ملا وہاں اپنا
 تن ہی ہوا سطور اُن کو کتھاس اپنا
 فرش سے اُدھر جتا کا شگہ کہاں اپنا
 بار سے استنا بھلاؤں کا پاس اپنا
 آنکھیاں نگار اپنی غار توں پکھاپنا
 نگامہ سے میرے سنگ ستار اپنا
 دوست کی شکایت میں ہم نے ہر پاس اپنا

ہم کہاں گانا گئے گریز ہی کیا تھے
 شربت صفت نظر ہی مری قیمت و ہے
 زلف ہے ۱۰۰ کے دے کہ ہوا نظام
 فاضل و دم بازو و قرا ہے دریاں
 بزم قیاس کے کیش تھا نہ کہ انگ
 بہت اگر توں کرے کیا امید ہے
 نقل کہ اگر شکار ہے تیرا ہی ہے
 جلی و دھانے یک لکڑی گرم ہے ہمد
 چور سے باز آئے پر باز آئیں کیا
 رات میں کوشش ہی سات آہاں
 فکرم تو اس کو ہم کیوں لگاؤ
 ہوئے کیوں بندہ کے ساتھ ساتھ
 سوچا توں پرے گزری کیوں نہ بٹنے
 مری جو دیکھا کیا کرنے کی راہ
 پاپ بھٹی کی کہ غالب کن ہے
 عطا ہے کائنات جلوہ دید اگر بیش کن
 مری جو بخشش دریا نہیں خود دریاں سال
 عشق قہر ہے دریا میں تھا ہوجانا
 تھو سے شستیں ہی صورت قہل دیکھ

ہے سب ہوا غالب افسوس آہیں پنا
 کر ہے پشیم فریاد پر چسپاں پنا
 تیر سو جوتے سے ہوا پر چسپاں پنا
 ہے شکار مہاشیل شہرہ گیاہ کا
 صید زورم جست ہے اس نام گاہ کا
 شربت کی سے مسدود نہ کن گاہ کا
 بڑی خیال چشم سے اس من گاہ کا
 پردہ ہے وکیل ترے دل و خواہ کا
 کھینچی ہم تھکر نہ دکھائی کیا
 ہور ہے گا کہ نہ کہ کھر آئیں کیا
 جب نہ ہو کہ ہی تو دھوکا کھر کیا
 یاب اپنے خط کو ہم پہنچائی کیا
 آستان بار سے اٹھ باری کیا
 رگنے پر دیکھ دکھائی کیا
 کوئی تھکا کر سہم تھا نہ کیا
 یمن زنگار ہے آئینہ باز باری کیا
 بران تاقی ہو تو باہل ہے دعویٰ ہو شادی کیا
 درد کا صدمہ گزرتا ہے درد ہوجان
 تھا کہا بات کے جتنے ہی ہوا ہوجانا

سازیک ذرہ شیر فضیلت میں سے بیکار سایہ لڑ بے داغ سویدائے بہار



دل تھا کشمکش چارنا زمست میں تمام
اب جفا سے بھی بڑا سودم ہم انہ فضا
صفت سے گریہ نیندل و دم سرو ہوا
دل سے نہ تھی کشمکشے متکی کا خیال
ہے بے ابر بیماری کا برس کر کھٹا
گزشتہ غمت گل کو ترے کوچ کی ہوس
نیکو تیرے پر کھٹا نماز ہوا سے میل
پختہ ہے جو گل جوتی کاٹا غالب

شاد ہو مرغوب بیت چکل پسند آیا
بہنیں بے غمی تیرے دی جھوٹی کسلی ہے
ہوئے سیر گل آئینہ ہے سری جاکلی
ہر امت محمد اس راہ میں لیا جگر دوت
نہ ہنگام کیسے یا نا لنگی سے افق کو میرا
بخت جی کہیں سے نہیں بدیلا اعلیٰ ہے
سزا دار میں عشق و ناگزیر گفت بہستی
بدیہ نظرت ہے ساقی غار تشنگی کا ہی گلی

ست کیا گشتہ میں ہی عقد کا ہوا جانا
اس قدر دشمن اور با سپ و کا ہوا جانا
یاور آیا ہمیں پانی کا ہوا جانا
یوگر کرشت سے تاش کا ہوا جانا
روتے روتے غم فرقت میں فنا ہوا جانا
کیوں ہے گرد ہو جو وہیں ہوا ہوا جانا
و کہ برسات میں سبز آئینہ کا ہوا جانا
چشم کو پا پیہ ہر نگشتی کا ہوا جانا

کاٹا ہے یک کھٹ بدل سے دل پسند آیا
کشتی کو بار امتد و چکل پسند آیا
کو انداز جوں صفت طہرت کی پسند آیا
مبارکہ کہ ہم سے خواہ جانی و دوند آیا
جباب ہوا رفتار سے نقش قدم میرا
کڑی کشمکش سے نکلیں گے انجام میرا
عبادت برقی کی کر جوں دوزخ میں اصل
ہوا دہ پانے سے تو میں شیانہ ہیں مائل

ب

<p> دے دیوے کہ دل دوست شہنشاہ شرب ساقی تاک میں ہوتی ہے ہوا میں شرب سر سے گزے بھی ہے بال بکاس میں شرب سوچ جس کا کرے فیض ہوا میں شرب سوچ گل میں خلق میں جہاں میں شرب دے ہے تجلیں ہم آسپ بکاس میں شرب شیریں گ سے ہے بال بکاس میں شرب ہے قصور میں ذہن میں بکاس میں شرب بکاس گنتی ہے جسے نشہ و فاس میں شرب سوچ بہرہ و فیض سے فاس میں شرب دیر و فکرو : دریا ہے خوشا میں شرب بحر و اوقیت کہ ہو بال بکاس میں شرب </p>	<p> بحر و اوقیت کہ ہو بال بکاس میں شرب بحر و اوقیت کہ ہو بال بکاس میں بحر و اوقیت کہ ہو بال بکاس میں بحر و اوقیت کہ ہو بال بکاس میں بحر و اوقیت کہ ہو بال بکاس میں بحر و اوقیت کہ ہو بال بکاس میں بحر و اوقیت کہ ہو بال بکاس میں بحر و اوقیت کہ ہو بال بکاس میں بحر و اوقیت کہ ہو بال بکاس میں بحر و اوقیت کہ ہو بال بکاس میں بحر و اوقیت کہ ہو بال بکاس میں بحر و اوقیت کہ ہو بال بکاس میں </p>
--	---

ت

<p> افسوس کہ وہاں کا کیا رزق ملک نے کافی ہے نشان تری پہ چلنے کا دیوتا </p>	<p> جن لوگوں کی حق درویشی گھر انگشت خالی کے دکھانے کے ہوتے سفر انگشت </p>
---	--

کھتا ہوں کہ ہوشِ دل سے منی گرم
 رہا کہ کنی قیامت سہل است
 بلکہ کہ مرے عشقِ فانی بہ مشرب
 علی الاطلاق و شمسِ شمس و قافوں
 نہیں کہ سرورِ برگ اور برگِ سنی
 نند گنیں کہ تھے ہی کہ تھے انکسِ غالب
 آمد خطا ہے سو ہم ہمار دوست
 اسے دلِ طاقتِ اندیشِ ضیاء شوق کر
 غا زوہاں سازنی حیرتِ تاشا کی گنہ
 عشق میں ہوا کہ رنگِ غیر نے ہمارے
 بہ چشمِ بارش کو اس جو دہکا دل شاد ہے
 غیر ہوں کہ تا ہے میری کہ کوششِ کج و بد
 ناکر میں کافور کہ چش کی دھانی میں تک
 چکے میں کہتا ہوں اپنا شکر و نصرتِ داغ
 چکے چکے بھوکہ دے کہ وہ کہتا ہے کہ
 میرا دل اسے دشمن کی شکار است کہ گنہ
 نہ فرماؤ فی ہکے ہی سے ہندانی کہ تپ

تاکہ نہ سکے کہ کنی مرے حریف پر انگشت
 چمک کہ مذکور ہے حضرت سہل است
 گنہ ہے خط و نہ حیرت سہل است
 ہمارا کہ ہمارا کہ سہل است سہل است
 تاشا نے نیز گنہ حیرت سہل است
 یا رہا ہے درکِ بالیں ہا سے کہ کس وقت
 دودِ شمس کشتہ تاشا خط و نہ ہمار دوست
 کوئی کہ سکنا ہے تپ ہوا و ہمار دوست
 صورتِ عشقِ قدم ہوں دند و ہمار دوست
 کشادہ شمس ہیں ہمارا کہ تاشا ہمار دوست
 دین پر ہوں ہمارا سا فر سر شاد ہمار دوست
 چٹکن دوست ہم چٹکن کوئی غماز ہمار دوست
 بھوکہ دے کہ ہمارا کہ ہمار دوست
 سر کہ ہے دودِ شمس حیرت ہمار دوست
 ہنس کہ کہ ہے ہمارا کہ ہمار دوست
 یا رہا ہے کہ ہمارا کہ ہمار دوست
 ہے دودِ شمس حیرت ہمارا کہ ہمار دوست

ج

گلشن میں ہندو بہت رنگ و بو کے جان
آگاہ ہے ایک پادشاہ دل پر غماں کے ساتھ
لے عافیت لکھ کر اسے آٹھ سو مل
لو ہم مرطبی عشق کے تیار داری

قرب کا طوق ملت بیرون در ہے آج
ہم غلش کشت ہشتکار اثر ہے آج
سیراب گریہ و رنج ہر در ہے آج
دعا کر دے ہر آسپاس کا کیا جان

ج

غش نہ انجمن تدار سے باہر کھینچ
کال گریہی سہی کا شش وید نہ چھ
تھے ہمارے راست سے انکار مل
نئی طرح سے ہر صورت غدار گز گز
یہ ہم غمزدہ اور اک حق در صحت ہزار
مرے قلب میں ہے صبر کا آتش پناہ

اگر شرب ضیض انکار سافر کھینچ
برنگ ہمارے آفتاب سے ہر کھینچ
کیا ہے کس نے اشارہ کیا ہر کھینچ
ہو کر ہی مل و پشیم و قرب سافر کھینچ
تیم پر ہزارم جگہ سے غم کھینچ
ہوئے سفر و کباب دل منہ کھینچ

من غمزدہ کی کان کن ہے نہ میر ہے ہمد
سب شہینگی کے کوئی قابل نہ رہا
من غمزدہ ہے تو اس میں سے صبر کا نشانہ ہے

باستقام سے ہیں مل جہا میر ہے ہمد
دلی مسکندہ ملی انعام و لدا میر ہے ہمد
شہد عشق مسکندہ ملی جہا میر ہے ہمد

خوں ہے دل خاک میں اول بہاں پر سنی
 درغور عرض نہیں چسبہ سید داد کو جا
 ہے ہنوں اہل جنوں کے لیے آتش دہان
 کن پر تاج ہے حریت سے مرہا لکن عشق
 غم سے مرہا ہوں کہ اکتائیں دنیا میں کوئی
 آئے ہے بیکس عشق پر دانا غالب

آن کے نام میں ہر نے حکایت سنایا ہے
 نگر ناز ہے سہرے سے سایہ ہے
 پاکیزہ تاج ہے گریباں سے جدا میر ہے
 ہے نگر لب ساقی پہ صفا میر ہے
 کو کرے عزت صبر و وفا میر ہے
 کس کے گھر جا لگا بیٹھ پڑا میر ہے

ہا سے ہیں جو یہ پیش کشی سرور و داد
 دلور انگ کے کا شاد کا کیا یہ رنگ
 نہیں ہے سلا کو سن کہ فوجی مقدم ہار
 ہوئی ہے کس قدر در زانی نے جلوہ
 جو ہے چلے سرور اسے استکار تو آ
 انجام گریہ کا سدا لکن کب کیا میں نے
 وہ آواز مرے ہوا میں تو سانسے سے
 نظر میں کھلے سہاں خیر سے مگر کی آبادی
 دیو چہ بخدا فی سیش تقدیم سیلاب
 نہ کہ کسی سے کو غالب نہیں ندا سنیں
 گھر جب بتا لیا تو سے در پر کے بفر

انگو شوق کو نہیں بال در و داد
 کہ ہو گئے مرے دیوار و در و داد
 گئے ہیں چند مستدم و بشر و داد
 کہ مست ہے تہہ کوچ میں ہر و داد
 کہ ہیں دکان مستار و خضر و داد
 کہ اگر چہ سے دھرے پاؤں ہر و داد
 ہونے مند و در و داد ہر و داد
 ہمیشہ روتے ہیں ہم و کہ و داد
 کہ تپتے ہیں چہ سے سرور و داد
 حریت راہی جنت مگر و داد
 جانے گا اب بھی تو نہ مرا گھر کے بفر

سر پہ نازاد غالب شہید وصال کا
 لڑتا ہے مراد دل ز دست میر و فضل پر
 نہ پھوٹی ضربت چھٹکنے یاں بھی خانہ دانی
 فنا خلیق وہیں بچا دی ہوں اس زمانے سے
 فراغت کس شہر رستی جیسے نشانیں ہر دم سے
 نہیں تھیں انستیں کوئی طوبار از نایب
 بجایاں دیکھ کر ابر شفق آنودہ یاد کیا
 بے بسز پر واز شوق ناز کیا باقی راہ پر گا
 نہ وناج سے غالب کیا برا اگر کس شہادت کی
 ہے ہسکدہ رک کفن کے شامے میں نشان اہ
 یارب وہ نہ کہے جس نہ کہیں گے مری بات
 ہر دے سے کیا اس گلو ناز کو چہ نہ
 تم شہر میں ہو تو میں کیا تم بہ اٹھیں گے
 ہر چند شکست ہوئے جسے شکستیں میں
 ہے غول جگر و جوش میں دل کول کے دفا
 مریہوں اس آواز پر ہر چند سر اڑ جائے
 لوگوں کو ہے غور شہید جیل تاب کا دھوکا
 لیکن اگر دل نہیں دیکھا کوئی دم نہ سہن
 پاتے نہیں بہاد تو چہ نہ جاتے ہیں نالے

یاد آ گیا جسے تری دوا دیکھ کر
 میں ہوں وہ قطرا شہید کو ہو غار و جلیں پر
 سفیدی دیدہ بیوقوف کی پھرتی ہے انشائیہ
 کہ جہوں دامن صحت کھتا تھا وہاں وہاں
 ہم کر صلح کرتے پارا نے دل شکستہ میں
 کو بہشت پر ششم ہیں کی نہ جو سے غور حواس پر
 کو وقت میں تری نشان جتنی بھی گستاخ پر
 قیامت تک ہوا ہے جسے خاک شہید میں پر
 جارا بھی تو آفرید چلا ہے گریباں پر
 کہتے ہیں بہت تو گزرتا ہے گماں اہ
 دے اور دل آئن کو جو دوسرے کو زبان اہ
 ہے غیر مقرر مگر اس کی ہے کہاں اہ
 لے آئیں گے ہمارے ہاگر دل وہاں اہ
 ہم ہیں تو آدمی وہاں میں ہے سب کہاں اہ
 ہوتے ہو کئی دودہ غرضتہاں نشان اہ
 جلا کر لیکن وہ کے ہائیں کو اہ اہ
 ہر روز دکھا تا ہیں ہر ایک دہانہ نشان اہ
 کہتا رہ نہ سر تا کوئی دن آہ و فغان اہ
 رکتی ہے مری کج تو جہتی ہے دہاں اہ

ہیں اور بھی دنیا میں سحر و جادو سے اپنے
 منشاء سے توبہ کی ہے ساری رنگ و ناز
 نکی ساری پیش جہان نے توجہ و تفت کی
 جہوں کی دست گیری کی ہے ہو کر ہو نوریانی
 برنگ کا کفر آتش زہد غیر گیب بے تالی
 ملک سے ہم کو پیش ہونے کا کیا کیا تھا تھا ہے
 ہم اور وہ ہے سب رخ اشاد و شیں کی کہتا ہے
 قاکو سوپ کر مشتاق ہے اپنی بیعت کا
 اسد بھل چکی اندر کا قاک سے کہتا ہے
 غم کی جھلک ہے کہ وہاں چپ جھٹکی ہیں
 ہر دم خاک و گھر و راد سے کوئی دن اور
 مٹ جانے کا سہہ گر ترا بھر نہ سکے گا
 آنے ہو کہ اور آج ہی کہتے ہو کہ جہاں
 جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو نہیں گے
 ہاں سے ملک میری جوں تھا ابھی عادت
 تم باو شب چار دم سے تے تے کمر کے
 تم کوں سے تے ایسے کمرے اور سدا کے
 جو سے نہیں غرت سے تیرے سے لائی
 گزری نہ ہر حال نہ منت خوش و ناخوش

کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیان اور
 تھیر آپ پر جہان کا پانا ہے رنگ و ناز
 ہو و جام نذر بھی سکے درخ پنگ ناز
 گر یہاں چاک کا حق پر کیا ہے میری گوئی پر
 ہزار آئینہ دل بانے ہے بال یک جویں پر
 متاع بڑھ کو سکے ہوئے ہیں قرض و جہاں پر
 شعل ہر سے خست لگی کی چشم رو زں پر
 فروغ طالع غنا شک ہے سوائے گمن پر
 خوشی ہزار کر غن پر دو عالم پرستی گوئی پر
 عقلت بطلن ملی ہا چکا تھو سار قیاب آخر
 تھا گئے کیوں اب رہو تھا کوئی دن اور
 ہوں اور تے تے خاموش کئی دن اور
 تاک کر بیٹھ نہیں ایسا کوئی دن اور
 کیا طوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور
 کیا تیسرا ایگزٹا ہو نہ رہا کوئی دن اور
 پھر کیوں نہ رہا کمر کا وہ تھا کوئی دن اور
 کرتا ملک دولت تھا خدا کوئی دن اور
 بچوں کا بھی دیکھا نہ تھا کوئی دن اور
 کرتا تھا جہاں رنگ گرا کوئی دن اور

ناوریں ہیں کہتے ہیں کہ کہیں مجھے ہر غالب
قسمت میں ہے مرنے کی دعا کوئی جس اور

ز

خارج بے نہ ہوں کہ ہنس نہ منج و ہر
ہے ناز عسکری نواز دست در دست
یگانہ ہر گھر میں یہاں خاک بھی نہیں
موج بہر مطلب مشکل میں قیوت نیاز
نہو: ہر روز ہر سیاہی اور دم و دم
وصال ہر گھر کا شہر ہے ہر داغ گلی
ہر ایک نواز عاشق ہے آفتاب چرت
نہا ہر دست یگانہ ہر جنوں غالب
دست سحر کرم و کرم کہ سر ہر ہر خاک
یک قدم کا نواز عشق نواز ہے سوز و دشت
کیونکہ اس نعت سے رکھوں جان عزیز
دل سے لکھ پڑ نہ لکھ دل سے
تاب دہنے ہی بہتے گی غالب
نہ لکھیں ہر ہر پر دہ ساز
نور و نور عشق ہر ہر کمال
بہت لکھیں ہر ہر ہر ہر ہر

ہے داغ عشق زینت ہر ہر
ہیں گل فرور شش شوقی داغ کس ہر
غیرانہ لکھتے ہے ہر ہر ہر ہر ہر
و عاقبت ہر ہر ہر ہر ہر
ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر
کہ دہے لکھتے ہر ہر ہر ہر
لکھتے ہر ہر ہر ہر ہر
ہیں ہر ہر ہر ہر ہر ہر
گرتے ہے ہر ہر ہر ہر ہر
نعتیں ہر ہر ہر ہر ہر
کیا نہیں ہے لکھتے ہر ہر
ہے ہر ہر ہر ہر ہر
و آخر ہر ہر ہر ہر ہر
میں ہر ہر ہر ہر ہر
میں ہر ہر ہر ہر ہر
ہم میں ہر ہر ہر ہر ہر

جس کو غبارِ اُفتابِ صبا
 وہ بھی دیکھ کر اُس سنگ سے
 نہیں مل میں سے وہ قطرِ دُعا
 اسے ترابوہ یک شلمِ بکیر
 تو یہ اُجڑا کر ہمارے
 جو کہ باہمِ اُتو کھنڈِ نہا
 اسد اُشد خاں مستانِ نہا
 ورنہ باقی ہے طاقت پر داز
 نازِ کیموں بھانے مرستِ ناز
 پس سے سو گاہیں ہوئی زبیرِ گیار
 اسے ترابوہ یک شلمِ بکیر
 رہششِ سببِ سببِ سببِ سبب
 میں غریب اور تو غریبِ نواز
 اسے دریا دودھ تو شہدِ باہر

س

مرثوہ اسے ذوقِ اسیری کو نظر آتا ہے
 بلکہ تشنہٴ آرزوِ مستی نہ ہوا
 نہ گئیں کہوتے ہی کہوتے اکھیں بنے
 میں رگِ رنگ کے نہ تاجِ نواں کہوتے
 دہی شیریں با پیٹھنے لگیں اسے دل
 دیکھ کر اُجڑا کر ہمارے
 مرگیا ہوا کے سرِ غلاب و منی بنے
 دامِ خالی شمسِ مرغِ گرِ غار کے پاس
 جسے غلام نے بھائی بنی ہر غار کے پاس
 لبِ وقت آئے تم اس عاشقِ بیار کے پاس
 ہر شہدِ رنگ تیز ماہِ تارے غوار کے پاس
 نہ کھڑے ہوئے تم بانِ دلِ تارے کے پاس
 خود کا وہ پیٹے ہے گلِ گوشہٴ تارے کے پاس
 بیٹھا اس کا وہ آکر تری دھار کے پاس

ش

زلمے سے گزشتہ جہرِ طرقات بہترِ دُعا سے
 گلوں سے غارِ آئینہ میں دے لگا رہشش

نور بخشن سے ہوئی ہے عقل مشکل عاشق
 دلچھے شمع کے پاسے کالے گرہ قدر شمع

ع

جوانہ نور کو وقت شام ہے نار شمع
 یوں نگار سے ہے سوچ بسا اورانی شمع
 زبان لیلِ ناز میں ہے مرگِ حاکمِ سخن
 کسے ہے معرفت یہاں ہے شعلہِ قصہِ حتم
 غمِ آس کو مسرت پر واد کا ہے اسے شعلہ
 ترے خیال سے روحِ اہستہ زکرتی ہے
 نشاطِ دماغِ مستِ عشق کی بھار نہ چوب
 جلے ہے دیکھ گئے بالین یا پر پرچہ کو
 بچھڑا کرنا ہے بل نہ سے انکو شمعِ دل
 ہوئی ہے آتشیں گلِ آبِ زندگانی شمع
 یہ بات بزم میں رہا کسٹن ہوئی زبانی شمع
 بطرزِ اہلِ فنا ہے فناء غرانی شمع
 ترے لرزنے سے کھار ہے نا آسانی شمع
 بھسکے ہو رہی باد و پیرِ فشانِ شمع
 شگفتگی ہے شبیہِ گلِ مستدانی شمع
 دیکھوں جو دل پہ مرے دماغ یہ گمانی شمع

ف

ہجرتِ قریب سے نہیں کرتے قلعِ بھٹی
 جہاں ہے دلِ کاکین ہم کج اہلِ کھٹی
 بھوریاں تنگ ہونے سے اختیارِ دیت
 اسے ناکامی شمعِ شعلہِ دیت

ک

زخمِ پرچہ کیس کیسِ مشکون بچہ داک
 گور دیا ہے سامانِ آوازِ شمعِ دل
 کیا مرے ہوتا اگر پتھر میں بھی جوتا تک
 وہ نہ ہوتا ہے جہاں میں کس قدر پیدا تک

۱۔ کہہ کہ اور زانی رہے مجھ کو بہادر کہہ دو
 شور میں تھا کہ ہر کس کا کلاں
 ۲۔ دیتا ہے سر سے زخم جگر کی دوا وہ
 چھوڑ کر جانا تو یمن کا خلق ہی ہے
 ۳۔ غیر کی منت نہ لیجئے گا ہے تو لیر دور
 یاد ہیں غالب تجھ وہ ہیں کہ پہاڑ ہیں
 ۴۔ آہ کہ چاہئے خاک مراد ہو سنے تک
 ۵۔ دایم ہر روح میں ہے صدف صدف کام سنگ
 ۶۔ عاشق صبر طلب اور دستا یتاب
 ۷۔ ہم نے ہا کہ تھافل ذکر و گے یکن
 ۸۔ پناہور سے ہے شہم کو خاک کی تسلیم
 ۹۔ یک نظر بیش نہیں فرستے ہستی خافل
 ۱۰۔ فلم ہستی کا اسد کس سے ہو جرمک خلق



۱۹ ہے کہ کو اگر حسین اجماع دھڑانگ
یعنی بطریق دل سے دھڑانگ



یک نظر بیش از ہزار فرست سچی غافل
 کمر سنی بزم ہے اک دھن غمزدہ لے یک

ل

ہے کسی قدر چاک فریب و خاسے گل
 آزاد ہی منسوب ہمارے کہ ہر طاعت
 پر خاص ہوئے رنگ کے گھر کی ہر گلی
 خوش حال ہیں جو یہ سب سے مست کا کوہ
 زہاد کرتی ہے دے تیرے پہلے ہمارے
 شربت دے دے ہیں گھر کے باہر ہمارے
 سلطنت سے تیرے ہواؤں میں خوشی
 تیرے ہی جلوہ کا ہے ہر صفا کا رنگ
 غالب ہے چنانچہ سے ہم خوشی آندہ

ہیں کے کار و بار ہیں غنہ و مائے گل
 خوشی ہستی حلقہ نام پر اسے گل
 لے دے دے دے دے دے دے دے گل
 بکھتا ہر شل ہا ہا ہا ہا ہا ہا گل
 بیوہ و قریب ہے نفسی طر ساسے گل
 بیاسے ہے غلو بہ ہا ہا ہا ہا گل
 فوں ہے ہری گھر میں رنگا دے گل
 ہے غنہ و روزے چکان خفا سے گل
 جس کا خیال ہے گل فریب خفا سے گل

م

غم نہیں ہوتا ہے انداز کو پیش ازیک نفس
 نصیب نام کو ہے گنہ ہا ہا ہا ہا
 باوجود ایک جہاں ہر گھر پر سیدانی نہیں
 ضحکہ سے سے سے ضحکہ سے سے ضحکہ سے
 دائم الحسں میں ہی ہر گھر کو قناریں ہر
 ہر نام واصل ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا

ہر حق سے کہتے ہیں ہر حق شمع باقم خاند ہم
 میں ہر حق گروانی ہر گھر ایک ہر خاند ہم
 ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر
 میں ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا
 جانتے ہیں ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر
 شمع خاند ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر

مجھ کو دیا یہ غیر میں لدا دلی سے وہ
 وہ عطا نہ کرے گی میں اسے خدا
 رکھ لے میرے خدا نے مری بیگی کی شرم
 رکھ لے میرے دعویٰ اور سبکی کی شرم

ن

ہوں ام نہت غمت سے یک خواب خوش شے
 وہ فراق اور وہ حسد سال کس
 خست کار و بار شوق کسے
 دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا
 مٹی وہ ایک شخص کے تصور سے
 ایسا آسان نہیں سو رہا
 ہم سے چند قاریت عاشق
 فکر دنیا میں کس کسپا ہیں
 شخص پر گئے تو نے غالب
 کی قہارم سے تو فرماں کو جانتے ہیں
 آج ہوا ہی پریشانی غالب ان سے
 اگلے جتن کے ہیں وہ دل انہیں کہ نہ کہ
 دل میں رہنے ہے ہوتی ہے ہر شخص
 سچ سے سرور اور اک سے اپنا ہوا
 پائے انکار پہ بیچے گئے ہر سہا پہ

غالب یہ بات ہے کہ کس سے اور کس
 وہ شب و روز و ماہ و سال کس
 فوقی نظر اور جہت سال کس
 خود سو رہا سے غلط و غال کس
 اب وہ جہت سال کس
 دل میں طاقت بکریں سال کس
 داس جو ہاویں گرو میں مال کس
 میں کس اور یہ وہ مال کس
 وہ غنا سر میں اس سال کس
 ہوتی آتی ہے کہ انہیں کو جانتے ہیں
 کہنے ہاتے تو ہیں یہ دیکھنے کیا کہنے ہیں
 جو سے غلب کو اندوہ رہا کہنے ہیں
 اور ہر کس سے مانے کو رہا کہنے ہیں
 کہنے کو دل غلب تسلط نہ کہنے ہیں
 غبار کو کہ تو سے ہم مر گیا کہنے ہیں

اُس شہر دل میں اس کے کوئی گھر نہ تھا
 دیکھنے والی ہے اس شخص کی عزت کد رنگ
 دشت ہمشیرہ پر رش کوہیں مشاہد
 آہو کیا خاکشیں گل کی ہر گلشن میں نہیں
 ضحک سے لے کر کہ باقی رہے تھی میں نہیں
 ہو گئے ہیں صبح ابھرا ہے عشاء آنا ہے
 کیا کہوں تار کی زندہ ہل خیم اندھیر ہے
 روئی ہستی ہے عشقِ فانی وں سدا سے
 زخم سلوانے سے کبھی چارہ دہی کا چٹن
 بسکہ ہیں ہم اک ہمار تاز کے مارے ہوئے
 قلعہ محروم کبھی ہوتی ہے سنے ناسور کا
 لے گئی ساقی کی عزت مست لازم آٹھانی ہی
 ہوش و بخت میں کیا ناتوانی کی ہنو
 تھی دامن میں شان کیا غالب کے ہنر سے ہیں
 خند سے صبح تاز کے باہر نہ اسکا
 جلتے ہیں پشیمانے کتا وہ ہوس دل
 غیہ اور صد ہزار فراسے بسکہ خورش
 ظالم مرے گلاس سے بکھے بختل نہ چار
 میراں جو کے بلو کے چاہو جس وقت

اُنک مظلوم جسم ہم کو جو ہوا کہتے ہیں
 اُس کی میرات ہ ہم تاج خدا کہتے ہیں
 مر گیا غالب آشفہ فزا کہتے ہیں
 ہے گریہاں تکبیر میں جو دامن میں نہیں
 رنگہ ہمارا کیا ہو غلں کو دامن میں نہیں
 فز سے اس کے گھر کی ہوا میں گداز میں نہیں
 رہنے فوج سے کم ہیں کے دہلیز میں نہیں
 انہیں ہے شمع ہے گر برقی غریب میں نہیں
 غیر مجھا ہے کہ لذت زلم سوز میں نہیں
 جلا زل کے سوا کہ اپنے دامن میں نہیں
 غلں میں بدلتی ہر دے کاغذ ہے تھی میں نہیں
 صبح کے کیان رنگ بیدار کی گداز میں نہیں
 قد کے بھٹکے کی بھی گھاہیں تھے تھی میں نہیں
 ہے گفت ہیں وہ مشے قس کہ گلشن میں نہیں
 گر اک ادا ہو تو آسے اپنی تھا کہوں
 ہر تار زلفت کو گھر سرچس کہوں
 تو اور ایک دہشت یہ کہ کیا کہوں
 ہے ہے خدا ذکر وہ تجھے بیج فاکہوں
 میں گیا وقت نہیں ہیں کہ پھر بھی نہ کہوں

خسرت و بخت اختیار کا شکر کیا ہے
زیرِ کارِ خیریں جسکو سسکو در
ہم سے کھل جانے وقت سے چنی ایک
غزوة اونچے مقامے عالم انکاں بہ
فرخ کی پینٹے تھے شکر کی بجائے
نہانے تم کو میں اسے دل خیمت چلتے
دھول مچا اس سولہ آواز کا شہرہ نہیں
ہم پر جھٹے ترک و لاکھا گھر نہیں
کس نہ سے شکر کیے میں لہجہ خاص کا
ہم کا حق حور مستحکم آرام مستحکم
ہو نہیں ہوا دیکھئے ہوشیار ہی کسی
ہر نہ جانگداز قہر و عتاب ہے
جاں طلب ترانہ نلی میں عزت ہے
غیر سے پریت مگر دل نہ ہو دھیم
چنگ کی نہ دل کو کشش کی وجہ
نقصان نہیں بخود ہی جلتے ہو گویا
کشتہ ہو گیا کھلا چندی ہر وقت میں
پاک ہوا اس سے آواز کچھ اپنے کام کی
جاں ہے ہلاکت ہر ایک کی گئی

بات کہ سرتو نہیں ہے کہ اٹھایا ہو سکوں
کیا قسم ہے تیرے لئے کی لکھوئی ہو سکوں
ورنہ ہم پہنچے لگے مکہ کر نہ سستی ایک
اس بلندی کے فیصلوں میں چھٹی ایک
رنگ و رنگ جانی قادر سستی ایک
ہلے صواب ہو جائیگا یہ سارے سستی ایک
ہم ہی کر چکے تھے غالب چھٹی ایک
انکھ پیڑ ہے اگر نہ وہاں نہیں
پرسش ہے اور پئے سن دیں نہیں
تھوڑی نہیں ہے اگر سر اس نہیں
آفریناں آسکتے ہو تم گرواں نہیں
ہر نہ پشت کر ہی عتاب تھاں نہیں
لب پہ نہ سچ نہ نہاں نہیں
دل میں ہم نہ جو نہ گرواں نہیں
ہے مار دل میں اگر نہ دلاں نہیں
سو گز میں کے بلے باہیں گوں نہیں
گواہ میں پچھتہ بت کا نشان نہیں
نورِ حق میں اگر نہ ہر مستی نہیں
غالب کو کہا تھا ہے کہ وہ نہیں نہیں



ماتھے پر پھر کسی کلاب ہاں پر ہنسی زلف سیاہ رخ پر پریشاں گئے ہوئے

مانج دشت نوری کوئی تو کیس نہیں
 شوق میں شمعیں لٹکتے ہیں ہر کہل نہیں
 صورت لذت آزار ہی جاتی ہے
 رنج و غم سے ہی جسد و گوارہ
 سرگودھا ہے جہاں رنج سرا تھا ہر جگہ
 جب کرم و نصیب سے اک دگستاخی شدہ
 غالب چہاں عقیدہ سے عقل آناخ
 مست مرگیا وہیں کھر دیگا نہیں
 پر رگلاں گرنے عاشق ہے دیکھا چاہیے
 اُفتاب گل سے غلط ہے دعویٰ کارِ شکی
 جوش تاثیر سے غمید نہیں
 سلطنت دست بہت آئی ہے
 ہے تجلی تری سب اہل وجود
 رام سوشن نہ دوا ہو جائے
 گردش رنگ طرح کے ڈر ہے
 کہنے میں جیتے ہیں امید پہ رنگ
 جہاں تیرے تپیں سدم دیکھتے ہی
 دل ہل شعلوں خالی کچھ دین کے
 ترے سرو قامت سے اک نورِ اُم

ایک پتھر چہ ہواؤں میں غمید نہیں
 ہوا غمید ہواؤں میں غمید نہیں
 ہواؤں ہواؤں ہواؤں میں غمید نہیں
 خوشی میں اگر ناز ہوئی کیش تاثیر نہیں
 لذت تک باخدا تو غمید نہیں
 کوئی حقیر کیسے غلبتِ حقیر نہیں
 آپ بے سرو ہے ہر مستحقِ حقیر نہیں
 جس کی سودا کے الٹ نہیں آویں
 بھل گئی ہر شے گل تو جیسے دھو جہن
 سرو ہے ہر صفت آلودہ کی گرفتار نہیں
 جہاں شہسار کی غمید نہیں
 جام سے خاتمِ جمشید نہیں
 قند سے ہر ترقہ و ترشید نہیں
 در در ہائے میں کچھ جمشید نہیں
 غمِ حسرت کی جہاں نہیں
 ہم کو جیتنے کی جہاں نہیں
 نیاباں نہیں اس رازم دیکھتے ہی
 سوز میں ہر سدم دیکھتے ہی
 قیامت کے نغمہ کو کم دیکھتے ہی

کاش کر اسے کوئی سبب ملتا
 شروع وقت ملا لے دلا دل سے
 بنا کر تھوڑا کام ہمیں غالب
 اتنی ہے خوشی وار سے تیرا شباب میں
 کب سے میں کیا بتاؤں جانی شباب میں
 تاہم دہشتا میں اپنے آنے سے ہم
 صاحب کے لئے آئے تھاکند کھیل
 لڑک کب تک کی جرم میں آنا تھا وہاں
 برکتی دعا ہو فریب اس پہ کیا پٹے
 میں مغلوب ہیں وہ میں ہی غلبہ سے
 میں ہر حال میں حاصل تھا ساز بات ہے
 ہے مجھ ہی جرم میں ہوئی اندر غالب کے
 فاکہن گاؤ ایک پشیمان شاعر کا
 وہ نادر دل میں غم کی برابر جگہ نہ پاسے
 وہ غم سے تھا سبیل میں دکھم آئے
 غالب چٹنی مشرب پر اب کی کی
 کل کے لیے کر آج نہ تھی غم میں
 میں مان کیوں لیں کی تک نہ تھی چند
 ہوں کیوں تھے گئی تھی نہ تھی ہم مل

تھے کس تہا سے ہم دیکھتے ہی
 کوشب نہ کا عشق قدم دیکھتے ہی
 تہا سے ابی کرم دیکھتے ہی
 کا فریوں گرد غم ہو دھت شباب میں
 شب اسے کس کوئی دیکھ کر شباب میں
 آئے کام کر گئے آئے ہو شباب میں
 میں جانتا ہوں جو دیکھیں گے پر اب میں
 ساقی نے کچھ کا دیا ہر مشرب میں
 کیوں جگاں میں دھت شرب اب میں
 آتا ہے تم کو مئے کس پر وہ شرب میں
 پاں نہ دہشتی ہوئی گیا اضطراب میں
 ہے لگ چکی پڑی ہوئی غم غالب میں
 فاکہن گاؤ ایک بکرا شباب میں
 میں تار سے تھکا ہوا ہے آفتاب میں
 میں سر سے بیستہ دھو ہر مشرب میں
 رہتا ہوں دھو ہر شب ماہ شباب میں
 رہو، حق ہے ساقی کو فرسے جلیں
 گستاخی فرشتہ ہماری شباب میں
 گرد و صاف ساقی ہے چنگ رہا اب میں

سب قبریں سے خون نوش پڑیں ہر
 جو سے خون لگوں سے پتہ دکھائے ظلم و فتنہ
 ہیں پر ہاؤں سے لٹکے ظہریں ہم انتقام
 تیرا کلی ہے مایہ اسکا ہے دائرہ کلی ہی
 میں ہیں میں کیا کیا گواہ دستوں گل گیا
 وہ گواہ کہیں پہن جاتی ہیں شہیدال کے پار
 ہر کھوکھلا میں نے ہر دوسری ہر پتہ پہنچے
 داس گیا بھی میں تو فی کی گالیوں کیا جواب
 باغ و سے باد میں کے آفت میں جام آگیا
 ہم ہوشیار ہمارا کیش ہے ترک ہوش
 رنج سے لوگ ہو انساں کوٹ جانا پتہ
 چل رہی گرد مارا غالب تے لے لے جاں
 دیا گئی سے دوش پہ زندہ بھی نہیں
 دل کو چاہے صبر نہ دیا دے کہ کچھ
 بلاتا اگر نہیں میں تو سہل ہے
 چاہتوں کوٹ نہیں کتنی ہے دہریاں
 شہرہ کی کے آفت سے سرچا ہل دوش
 گھبراہٹ حلاوت و مفاد اک جوت
 ڈرنا لے نہ سے میرے نہ کہ ملی

سب چراغ نوش کو باہ کسائے ہو گئیں
 میں دیکھوں گا کہ نہیں دو فوٹوں میں نہیں
 قسمت حق سے ہی ہمیں لگوں ہو نہیں
 تیری نہیں میں کے ہاتھ پر دیاں ہو نہیں
 اہلیوں میں کہ سہ تے لے لے لے لے لے لے
 جو مری کو تاجی قسمت سے لگوں ہو نہیں
 میری آواز ہے چاک گریاں ہو نہیں
 باہ نہیں حق و حاشیں صوبہ دیاں ہو نہیں
 سب گری آفت کی گواہ ہیں ہو نہیں
 انہیں بے دست نہیں بنائے دیاں ہو نہیں
 ظلموں سے ہر دہریاں اتنی کہ آساں ہو نہیں
 دیکھنا ہیں ہستیوں کو تم کو دیاں ہو نہیں
 یعنی ہماری سب میں کہ تکرار بھی نہیں
 دیکھا تو ہم میں طاقت و دیاں بھی نہیں
 و خود تو یہی ہے کہ خود دیاں بھی نہیں
 طاقت و خود قسمت ادا ہو نہیں
 صواب میں لے لے لے لے لے لے لے لے
 پاؤں پر قسمت سے جو دیاں بھی نہیں
 آخر غم سے مرے کوٹ لے لے لے لے

دل میں چہ راکی صبر و کرم کی کوشش
 اس صبر کی پیکر نہ ہونے کے خدا
 دیکھا اس کو خلوت و جلوت میں را
 جس سے نہ کرم کوئی دیکھے گا تو کہے تو میں
 ہوا ہے مائع ذوق تماشایا خانہ عالی
 و دریت کا نہ بیاد کا و شامے و گلشن ہیں
 یہاں کس سے نہایت کتری پر گلشن کی
 گلشن باغ ہے راجی شور و جوی تانی
 ہونے اس سوش کے جہ و نشان کے آگے
 نہ باغوں کی کس ہیں را ہیں چہیت نہایت
 ہر اس دل دے جہاں جوی عشق نے کہا کہ
 اس قدر عالی تاثیر الفت اسے خواہیں ہیں
 خستہ ہوئی کمری خورشید خاک نہیں
 گو خوار ہونے پر ہوا ان کے پاس ہے
 یہ کس شستہ شالی کی آہ آہ ہے
 یہ اسے دس کی کجی کا رسم آہ
 خیال ہوا گل سے خراب ہر یکش
 ہوا ہر عشق کی کارگری سے شرمندہ
 ہوا شرم میں یہ جہاں کی کہہ

خدا کو طاعت شمشیر و ریح نہیں
 لڑنے ہی اور آتش میں خود بھی نہیں
 و ہوا نہ کر نہیں ہے تو بیاد ہی نہیں
 ہوا ہے تکرار نگاہ اس کو شستہ چشم سوزن میں
 کھنکھ رہا ہے باقی ہے رگہ ہے دہان میں
 گلیں تار تار ہے ہوا و قطر و غول آہ میں
 شب و روز ہو گئی بی بیاد اس کے آہ میں
 ہوا ہے خستہ اجاب ہر یک صیب و باد میں
 ہر عشق و ہر کفر و کین میں غل غل آہ میں
 ہوا ہے ہر کس میں ہر کس میں ہر کس میں
 یہ ہر کس ہوا ہوا ہر کس ہوا ہوا ہوا ہوا
 ہم دست و پاؤں ہو گیا ہے طوق کران میں
 سوتہ نون بگر و بگر میں خاک نہیں
 مارا نہ ہو توں لہ ہر میں خاک نہیں
 کو خیر طہا گل و گیسو گریں خاک نہیں
 اثر ہے غمی ہے اثر میں خاک نہیں
 شرب خانہ کے دیو و دیویں خاک نہیں
 سوتہ صریت کج کج میں خاک نہیں
 کھوا کا فائدہ غرضی سند میں خاک نہیں

دل ہی تو ہے رنگِ نشتِ سجہ مرزا کے ہیں
 من نہیں مرم نہیں، نہیں استس نہیں
 بپ و ہلالِ کسود سورت ہر کردار
 دشتِ قرارِ جانشاں ناکہ باز ہے پتہ
 قیودیات و بیہ فہم اصل میں دورِ نیک ہی
 عشقِ اوراقِ مسخِ نئی رو گئی بر شاہ کی شرم
 وہں وہ فرورِ قرارِ ناز میں تہا پ پاشن
 اس وہ خویشِ دوست جہاد وہ ہے وہاں
 غالبِ لست کے بغیر کوئی سے کام نہ ہی
 غنچہ شادمانہ کوہِ دست دکھا کریں
 پرستشِ طرزِ دلیری کیجیو کیا کریں کے
 مات کے وقت نے پہے ساتھ آپ کیلے
 غیر سے مات کیا ہی ہو گا تو دلچسپ
 نرم میں نہیں کے دور ہو کریں خوشی بیٹھے
 میں نے کہا کہ نرم ناز چاہیے غیر سے حق
 بھستے کہا یہ رہے ہاتھ میں ہوش کس طرح
 لب بکے کہ سے داری رہنے کی خوشی
 گزرتے ازل و ازلِ جلیلِ ازل میں ازلِ کھنڈل
 جو کہ کے کو فرما کیلے جو رنگِ سہاوی

دلی گم ہزار بار کافی ہیں ستائے کریں
 بیٹھے ہیں رنگِ بزمِ فرخیں افسانے کریں
 آپ ہی ہو غلامِ سوزِ نئی ہو چھٹے کریں
 تیرا ہی کس کی اس تلخ تیرے آئے کریں
 سوت سے چھٹے آئی تم سے نکلت پائے کریں
 اچھے پانچواں ہے شمس کا آئے کریں
 رام میں ہم ہیں کساں بزم میں ہونا کریں
 میں کو بزمیں وال غزلِ نکی گلی کے کریں
 روئے زارِ بزم کیا کیجیے آئے کریں
 بزم کو چھٹے ہی بزم سے لگے بتا کریں
 لاکھوں ملک شادمانہ سے لگے بہ ہوا کریں
 آئے ہوئی خدا کرے پر ناک سے خدا کریں
 سامنے حق و رضا اور یہ بکشت کریں
 اسکی تو عاشق میں رہی ہے میں دعا کریں
 میں کے حقِ حرمت نے مجھ کو اٹھایا کریں
 دیکھ کے سری سجدی پہلے گی ہوا کریں
 آفتابِ بزم کی میرے شمس پا کریں
 سورج کیلے نہیں اسے چلتا ہوا کریں
 لگتے غالب کیلے پند کے اسے جا کریں

قند سے دل گرفتہ ہے کہ تم تارا ہو
 بقدر صبر دل چاہیے ذاتی معاشی بھی
 لکھو کہ وہ کہ تم شہرام تازہ ہوا ہے
 کہہ میں جانا تو زور دھڑکتا نہیں
 طاقت میں تاجہ نے دے ناہیں کی لاک
 میں خلوت نکلیں وہ وہم خواب سے
 غالب کی کہانی کسی سے لانا نہیں ہے
 وادہ اس سے ہی کہ بہت ہی کہانی ہو
 بھلا نہ ہو میں صحت نے ملک افتاد کا
 ہے کہ کہ جو سے نہ کر دہیہ سا گھر
 ذرا نہ کیسی نے کسی سے سادہ
 ہے کوئی پہانے خود کہ مشرق خاں
 ہنگامہ زہریلی ہمت ہے چمک سال
 ہار سنگلی بہانہ بیگانگی نہیں
 شایہ خوب فرست بھی کہ کہ کوئی
 اُس قند لاکہ سے اب لکھے نہیں کہ
 قمر میں ہی کہ چاہی نہائی ہر شے میں کہ

کہ چمک ملک شاد بہت نقد سے دہ
 ہر وہ ایک کشہ میں کہ اب ہمت دہا ہو
 کہ ہر چمک گلشن چمکی لری تازہ ہوا ہو
 بھلا ہوں میں صحت اہلی کشہ کہ
 انداز میں دہا کہ کوئی نے کر ہمت کہ
 نیز ہوا گاہے طاقت میں ہر دہا کہ
 وہیں ہے کہ دہا کہ لکھے کشہ کہ
 لکھ ہا ہے ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا ہا
 ہے دل وہ آتش ہمت نہ کہ کوئی کہ
 ہر چہ کہ چمک میں شکار ہمت ہی کہ کوئی کہ
 اپنے سے کہ چمک میں طاقت ہی کہ کوئی کہ
 ہم انہی کہتے ہیں طاقت ہی کہ کوئی کہ
 حاصل دیکھے وہ ہمت ہمت ہی کہ کوئی کہ
 لکھنے سے کہ نہ ہمت ہمت ہی کہ کوئی کہ
 ہر عرصہ میں صحت ہمت ہی کہ کوئی کہ
 اسی ہمت ہر طاقت ہی کہ کوئی کہ
 مہا ہا ہا کہ ہے ہا ہا ہا ہا ہا ہا

نہیں مگر جہاں آسان ہو وہ تنگ کیا کم ہے
 ڈھکا لنگھ سے تیری تک آسان ہو مستی
 خدا شہ نے افسانہ لکھتے ہیں کائنات میں
 ایسی ہم قفل کو گواہ لیکن آسان لکھتے ہیں
 ہر جہاں جو ہر سے پاؤں کی زنجیر سے گھا
 خوشی کیا گیت پر ہر سے گر خواب ابر کو
 وہاں دہی پشورہ ستوری اصل میں ہے
 شادیت غمی ہی مستی میں ہی غمی ہو کھوکھو
 زلفوں کو کوکب رات کوں سے خبر تو
 حق کیا کہ نہیں لکھتے کہ جہاں میں کامر کے
 مرے شاہ طہل جہاں سے نہایت نہیں غالب
 دھواں میں یہی ہے کہ اس میں کہہ تو
 ہی سہی سے جہاں نہیں کو گن کہہ تو
 بھانے تھے بہت سانس کی مڑا ہے
 مریم کی سحر میں چڑھوں جو وہ وہ
 افسانہ غمی دشت غم ہی کو کہہ مرگ
 ہے جہاں گریہ میں ہیں تنگ کہہ مرگ
 شب کو گن کے غالب میں کیا خبر میں
 غالب مرے کلام میں کہ مگر خدا نہ

ندی ہوتی خوابا قند سے دوست دشمنی کہ
 کیا چلتے ہیں میں نے تو چلن لگان سونے کہ
 کس سر سے گر جان کہ کس چلن کے جان کہ
 نہیں رہی شادیت غمی میں ہے نہ ہی کہ
 کیا ہے تاب کس میں چلن میں ہے نہ ہی کہ
 بھتا ہیں کہ خوشی سے چلن میں ہے نہ ہی کہ
 خوشی کے میں تو کس میں چلن میں ہے نہ ہی کہ
 ہوں کھوکھو کہ دیکھا بھلا وہ تھا گر جان کہ
 را کھوکھو نہ چری کا دعا دیتا ہوں دھن کہ
 جگر کیا ہم نہیں لکھتے کہ کھوکھو جان کے صحت کہ
 فریاد میں دہی دہی دہی دہی دہی دہی کہ
 لکھتے ہے غمت گنج کے ابر میں کہہ تو
 نہ سات کریں نہ لکھتے گئے ہر دن کہہ تو
 ہو کر امیر واسطے ہر چ مستی کہہ تو
 حق سے سنا لکھتے ہیں اس مستی کہہ تو
 جتنے ہیں تو وہ مرے اندر کھوکھو کہہ تو
 افسانہ ہے لکھتے ہیں میں کہہ تو
 دیکھتے ہیں اس پر کہ تارک ہن کہہ تو
 دیتا ہوں دہی دہی دہی دہی دہی دہی کہہ تو

وہاں کا کمال ہے تو اس میں ہر شے
 اپنے کو رکھتا نہیں ذوقِ ستم تو رکھ
 اس میں کچھ کو خوش آتا ہے ہم سے ہم کو
 دل کو ہی دھڑکے دل کو دھڑکاتا ہے
 صنعت سے خوش ہے سورج ہے طوفان بھی
 جان کر کیجے کاغذ کہ کچھ ایسا ہی ہو
 رنگ ہم طری دو درخت رنگ ہمیں
 سر دانتے کے ہو دھڑکے کو کچھ چاہا
 دل کے غم کو کہنے کی کیا وہ دلیں چاہا
 تہہ دار کہ کوئی خوشی کو غم سے کہتے ہو
 نکلے آئے گا ہر شے میں کس قدر
 خلقِ ملسا ذوق نہیں ہے یہ شہر
 لیے جاتی ہے کہیں ایک خوش غالب
 تہہ دار کو کھینچ کر کسٹم روا ہو
 پائے نہیں ہوا غدا روزِ مشہور سے
 کیا وہ بھی بیکہ کشن حق ناشناس ہی
 بغیرِ نقاب میں ہے غم کے ایک ستار
 جب بیکہ چلتا تو چہرہ اب کیا بیکہ کی قید
 سستی جہشت کی تو جنت سب دوست

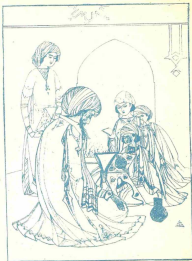
یعنی میری بات کی تائید سے نہ
 تائید نہ تاکہ دینا یا نہیں ہے ہم
 صبر و شکیبائیں اس فہم ہے ہم کو
 کس قدر ذوق اگر غامی ہم ہے ہم کو
 شہر کے کچھ سکھاتے ہم سے ہم کو
 یہ نگاہ مست احاطہ از تو ہم ہے ہم کو
 نکلے جیسا ہم سے نکلے ہم سے ہم کو
 ہنس کے ہوئے کہ تھیں شہر ہے ہم کو
 پاس ہے نہ غم ہی این ہم سے ہم کو
 ہم وہ چاہو کہ غافل بھی شہر ہے ہم کو
 ہر شہر و تاشا سود کہ ہے ہم کو
 عزیز ہے جنت و طوطی ہم سے ہم کو
 ہر شہر و کشن کاغذ کہ ہے ہم کو
 ہم کو بھی ہو پائے تو ہو تو کیا گنا ہو
 غافل اگر رقیب ہے تو ہم گنا ہو
 تاکہ ہم شہر میں غم شہر و تاشا ہو
 غم چاہوں ہی کہ نہ کسی کی نگاہ ہو
 سہجہ ہو دھڑکے کوئی غم شہر ہو
 بیکہ خدا کرے تو تو ہی سہجہ ہو

زو میں سے شمشیر کراں دھکے تھے
 اتنا ہی جو کہ اپنی حقیقت سے بند ہے
 اصل حضور و مشاہد و مشورہ ایک ہے
 تجھے شکل نمود حضور پر و درجہ بکسر
 شرم نگاہ اسے تازہ ہے پھنسی سے بھی
 آراستہ بال سے تاج نصیبین نمود
 ہے غیب غیب میں کہ کتنے ہی نام نمود
 غالب و نیم و حقیقتی ہے تہ عادت
 یوں ہیں مل کر وہی کو شین بیکر کوئی
 چھوڑا زور شک سے کہ ترے گھر کا نام لوں
 جانا چڑا و قریب کے در چہ مسند زار
 ہے کیا جو کس کے ہاتھ سے میری جان ہے
 اور وہی کتنے ہی کر کے ہے شک و نام ہے
 چلا ہوں حضور کی دور و درگاہ تیرے کے ساتھ
 خواہشیں کو احق سے کہ شمشیر دیا قرار
 چہرہ زوئی میں بھول گیا راد کو سے یاد
 اپنے پہ کرنا ہیں قیاس دل و دھڑکا
 غالب مستعدا کرے کہ سودا ہست جلا
 دگر میرا ہ چلی بھی اسے نظر نہیں

نے اتنا باگہر ہے تپا ہے نگاہیں
 جتنا کہ ہم غیر سے ہیں بچ و ناہیں
 میری میں پھر شاہد ہے کہ نہا نہیں
 اس کیا دھڑا ہے قطرہ دین و بابا نہیں
 میں کتنے ہے جہاں کہیں ہیں بابا نہیں
 یہ پیش نظر ہے آئینہ دین و بابا نہیں
 میں ہوا نہیں نمود ہا کتنی بابا نہیں
 مشغولی حق میں ہست کی ہوا نہیں
 مقدور ہے تو ساتھ کہیں ہست کہ کوئی
 ہر گز سے پر چتا ہیں کہ چاہی کہ کوئی
 اسے کاش جانتا نہ تری دستہ ز کوئی
 کیا جانتا نہیں میں ہست کہ کوئی
 یہ جانتا اگر تو شہادت نہ گھر کوئی
 یہ جانتا نہیں میں ہست کہ کوئی
 کیا ہوتا ہوا ہست یہ ہست کہ کوئی
 جانا دگر ایک ہی اپنی جہت کوئی
 سمجھا میں دلہن ہست ہست کہ کوئی
 دیکھوں مسئلہ ہست ہست کہ کوئی
 فکر کی بات بگڑا ہے تو کچھ دہشتیں

و خدا میر گلستان ہے خوشالام شوق
 ظاہر ہستی مطلق کی کر ہے عالم
 غفر و اپنا بھی حقیقت میں ہے حیا لکین
 صحت لے غفر و غافل کو حقائق زندگی
 میں جو کتا ہوں کہ ہم بس گئے یا استی میں جس
 ظہر اکظم اگر مطلب درج آتا ہو
 صحت شدی کہن یہ لازم ہیں ہم لوگ
 ہوں غفر و کے مقابل میں حقانی غالب
 ہمارے شمس قلب لے سزا دیا نہیں
 غفر و در غفر و عشق کی سرور کی خوب
 کہ نہیں وہ بھی غفر و میں بہ دست ملوم
 ازل میں کہ ہے غفر و کی جان نہ کتب
 دے غفر و تسلیم و دعا حال و دعا
 رنگ لکین کی غفر و بنیاد کوں ہے
 تہو لک کے تے بند کرے ہے غفر و
 حق ہے کہ ہے اہل نرا دشمن کو یا
 کم نہیں ہوں کی میں نے کہ ہے غفر و
 کہے کہ غفر و ہے غفر و کی غفر و
 دونوں جہان دیکھ وہ کچھ غفر و

مژدہ غفر و مستند ہے جو خدا کو نہیں
 لوگ کہتے ہیں کہ ہے یہ ہیں غفر و
 ہم کو غفر و تنگ غفر و متصور نہیں
 حقیقت پر غفر و کی گوں غفر و
 کہ غفر و سے وہ کہتے ہیں کہ ہم غفر و
 تو غفر و میں کسی رنگ سے غفر و
 داندہ ہوں کہ غفر و انور نہیں
 میرے دعوے پر غفر و ہے کہ غفر و
 ہے غفر و کے غفر و غفر و
 ہم کو تسلیم کو غفر و غفر و
 دشت میں ہے کہ غفر و غفر و
 غفر و میں کم غفر و غفر و
 جانا ہے کہ میں غفر و غفر و
 غفر و غفر و غفر و غفر و
 غفر و غفر و غفر و غفر و
 دی ہے ہاں غفر و غفر و
 ہی غفر و ہے غفر و غفر و
 ہم کو ہے غفر و غفر و غفر و
 ہاں غفر و غفر و غفر و



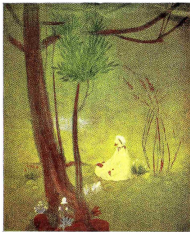
ابن میثیل کو ہے طوفانِ حوادثِ مکتب نظرِ موجِ کم و بیشیلی استادِ نہیں

شک شک کے ہر مقام پر دو چادر لگئے
 کپڑے کے نہیں ہیں ہوا خواہ اہل جرم
 ہو گئی ہے میر کی سفیریں زبان کارگر
 قیامت کا گھنٹہ بج گیا اور شے نہیں ہیں کا
 دلہا نکلتی ہے کے دم لگے کچھ غائب
 دل لگا کر گپ لگائی کہ بھی تباہ بیٹھا
 میں نہ وال آباد ہیرا آفرین کے تما
 یہ ہم جو ہر جہاں ہوا دھڑک دیکھتے ہی
 وہاں نہیں گھومیں ہاں سے نہ گئے غصہ ہے
 نظر لگے دیکھیں اس کے دست و پا کو
 ترے ہوا پر ضرب لگو کوکب و دیکھیں
 نہیں کہ ٹکڑی کی است کا احتیاج نہیں
 کوئی کہے کہ شہسوار ہیں کیا بڑائی ہے
 جو آؤں سامنے ہی کے نور مجاہد نہیں
 کبھی ہوا ہی آتا ہوں میں تو کہتے ہیں
 علاوہ عید کے حق ہے اور ہی بھی شریک
 جہاں میں ہوا خود شادی ہم پر یہیں کب کام
 تمہیں کے دھبے ہوا کوئی ہے کیوں کہ غائب
 جیسے توں کو صبا ہاں سے جی

تیرا چاند پائیں تو نامہ کیا کریں
 جو حتم ہی جہاں گھر لڑ تو خود کیا کریں
 عشق کا اسکو گاہ ہم بے خبر ہو پر ہیں
 تھکتا رہ جاتا ہیں میں ہاں سے نہ لگتے ہیں
 داکر سرگرم اس کا گھر کو غصہ کرتا ہے
 باجے جانی بکسی کی ہم نے پائی دلوں میں
 میر گردوں ہے چراغ رہا ہوا بھولیں
 کبھی صبا کو کبھی ناسر نہ کو دیکھتے ہیں
 کبھی بہن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں
 ہوا کیل سے نہ ہم بڑا کو دیکھتے ہیں
 ہم ہوا کی مل دیکھ کر دیکھتے ہیں
 غصہ مستحق سے ہوا نہ جانا نہیں
 با سے کن گردن کو ابرو باد نہیں
 جو جہاں دلوں سے کہیں کو تو خبر باد نہیں
 کہ آتے ہر دم میں کچھ فتنہ و فساد نہیں
 گھاسنے کو پڑیں نہ تا مراد نہیں
 دیکھتے ہیں کہ غلامے ہوا کو کشتہ نہیں
 یہ کب کہ تم کو ہوا وہ کہیں کہ باد نہیں
 ہم بھی حضور کی ہوا باد سے ہیں

آہ کا کس نے اثر کیا ہے
 تیری سحر کے مقابل لے کر
 قیہ رستی سے دہائی معلوم
 زلف رنگ سے ہے واسطہ گل
 غلطی ہائے مضامین مست پرچہ
 اہل تدبیر کی دانائیگیں
 سادہ رنگارہیں خواہں غالب
 دائم پڑا ہوا ترسے در پر نہیں ہوں میں
 کیوں گردشِ دام سے گھبراتا ہے دل
 یارب نہ اندھ کو مٹاتا ہے کس لیے
 حد چاہیے سزا میں حقوت کے واسطے
 کس واسطے عجز نہیں جانتے تھے
 رکھتے ہوتے قدم مری نگہوں کے کھل ارج
 کہتے ہو کہ آئینہ قد پر کس کس لیے
 غالب دلیخوار ہو دو شاہ کو دغا
 سب کہاں کہ لالہ گل میں نکلیاں کہیں
 یا تو جس پر کہ بھی نگارنگ ہزم آئینیاں
 حقیر تانت کشیں کہ وہ دن کو کہیں نہ مل
 قیہ میں پڑ جائے لی کو نہ رحمت کی خبر

ہم بھی یک جہتی ہوا اندھتے ہیں
 برق کو پا چننا باندھتے ہیں
 انگ کہ پھر دیا باندھتے ہیں
 مست کہ بنو تھا باندھتے ہیں
 لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں
 آہوں پر بھی مٹا باندھتے ہیں
 ہم سے یہاں دغا باندھتے ہیں
 خاک دہی زندگی پر کہ پھر نہیں ہوں میں
 انسان ہوں یہاں کسا فر نہیں ہوں میں
 لوح جہاں پر حریت مکتور نہیں ہوں میں
 آفر گناہ بگاہوں کا مسر نہیں ہوں میں
 صل و نمرود نذر و گو مسر نہیں ہوں میں
 دشت میں مرد واد سے کتر نہیں ہوں میں
 کیا آسمان کے بھی بار نہیں ہوں میں
 وہ دن گئے کہ کہتے تھے تو کہیں ہوں میں
 خاک میں کیا صحرے ہو گئی کہ نہیں ہو گئیں
 لیکن اب نقش چھو ہوا نیایاں ہو گئیں
 شب کہ گئے ہیں کیا نئی کہرواں ہو گئیں
 لیکن انھیں مٹنی دیا ہو نہ دیاں ہو گئیں



سہیلیاں کچھ لالہ لگیں رہی تواریاں گچھتیاں فاکسیریاں کیا صورتیں پہنکی کرنا ہواں گچھتیاں

غالب بھی اگر نہ ہو تو کہ جس سے نہیں
 گئی وہ بات کہ یہ گفتگو تو کی کرے
 ہمارے دل میں اس گلزار کا ہے نام نہال
 وہ ہے اور یہی کشمکش تو کیا کہے
 قیصیں کہو کہ اگر اس صبح پرستی کا
 دیکھتے ہو تم گل دیکھتے ہو انیسے
 جسے نصیب ہو وہ ہر سیاہ ویرسا
 ہیں پھر تو سے شہناز انھیں ہی تھو
 غلط تھا جسے غلط پرگاہیں تسلی کا
 بناؤ اس مرزا کو دیکھ کر کہ مجھ کو قرار
 کچھ جنوں نہیں غالب دے پتوں کو
 کسی کو دے کمال کوئی تو راج تھیں کہیں
 وہ اپنی خود چھڑیں گے ہم اپنی دھڑکیں
 کیا خود لے دیا گئے آگ جس پرست کو
 وہاں کسی کد کا عشق سب سرچشما ہوا
 قفس ہی کہ سے وہ دلوں میں کہتے نثار ہم
 یہ کہہ سکتے ہو دل میں نہیں وہ پرہ و ہلا
 غلط ہے چھڑاں کا شکوہ دیکھو ہم کس کا ہے
 یہ فرستہ تو ہی کی خانہ دہرائی کو کیا کم ہے

دنیا پر بار بار ہر دور ہوا ہوا
 کہہ سکتے کہ نہ ہوا ہر کوئی کہیں
 اگر نہ ہو تو کس جانی ہر کوئی کہیں
 کیا ہے اور یہی کہ کوئی کہیں
 جوں کی جہ اگر ایسی ہی تو کوئی کہیں
 جو تم سے شریکوں ایک ہو توئی کہیں
 وہ شخص دن کہہ بات کو توئی کہیں
 جانی بات ہی پر ہیں وہ توئی کہیں
 نہ اسنے دین دینہ جو توئی کہیں
 یہ نہیں ہو رگب جاں دہ توئی کہیں
 فریق داری میں تسکین ہو توئی کہیں
 نہ وہ پہل ہی بین نہیں تو پھر شہنشاہ کہیں
 شک مردن کے کیا ہم صیغہ تم سے کہیں کہیں
 نہ وہ ہے کب جو تم کی وہ سزا دہ توئی کہیں
 تو پھر اسے سنگدل ہی شکستہ کہیں
 گئی ہے جس پہل بھی وہ سزا دہ توئی کہیں
 کو پہل ہی قیص تم وہ تو شکستہ کہیں
 نہ کیجئے کہ تم اپنے کو کش دریاں کہیں
 ہو لے تم دست چکے شریک آسمان کہیں

میں ہے انا تو مستانا کس کو کہتے ہیں
 کہ تم نے کو کیس پر غیر کے شے میں سوانی
 نکلا چاہتا ہے کام کیا اٹھوں سے تو طالب
 رہتا ہے یہی بلکہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
 بے درد و ہوسا آگ لکھ بنایا چلیے
 پر تیرے گریہ تو کوئی نہ ہو تیار رہ

حد کے ہو گئے جب تم تو میرا دوست کیوں ہو
 بھانپتے ہو جا گئے ہو چرکیو کہ اس کیوں ہو
 تیرے بے مہر گئے تے اور تجھ پر مہراں کیوں ہو
 ہم جن کوئی نہ ہو اور ہزاراں کوئی نہ ہو
 کوئی ہمسایہ نہ ہو اور پابلیں کوئی نہ ہو
 اور اگر مر جائے تو خود غصوں کوئی نہ ہو

۵

از صر تا بہ قزو دل دال ہے آئینہ
 ہے سیر و زار ہر درد و رجا ام شکوہ
 ناچار نیکی کی بھی حسرت اٹھائیے

طوبی کو شش و ست سے محال ہے آئینہ
 جس کی بیلہ ہو پھلوس کی خزانہ ہو
 دشواری درد و ستم مسراں ہو

سی

صد ہلو درد ہے جو مگلاں اٹھائیے
 ہے تنگ پر بات سناش جنوں عشق
 دیوہا بہشت مزور سے ہے تم
 یا میرے غم رنگ کو دھوا نہ کیجیے
 سجد کے تیرے سارے غزبات چلیے
 عاشق بھٹکی ہے اب بھی بگلا دھنسیے

حالت کیوں کہ وہ کا اسل اٹھائیے
 یعنی رنوز شے طینتوں اٹھائیے
 اسے عافاں غزبات اسان اٹھائیے
 یا پردہ تیرے شے چسپان اٹھائیے
 جنوں میں کھٹکے سدا مابجات چلیے
 از ستم کی کہ تو مکاتات چلیے

بکسریں زخموں کیلئے ہم معذری
 نے سے عرض کیا ہے کہ کیا
 چند گبار دیں نہیں جدا جدا
 سر پہنے غم پہ پاسیوے ہلکے ہم معذری
 یعنی ہسپ کر کشیں پرانے صفات
 نشہ راقع اس سے غالب فرما کر

بسا اور جس تھا ایک لیل یک تصور میں وہ بھی
 ہے جس میں قیاس سے آئندہ ہم چندے کاغذ سے
 لیا ہوا کہ کب تنگیں دل آئندہ کہ کب
 ذکر کا کشن ناز کہ کو کیا سہم حیات ہم
 نہ اتنا زخمیں پہنچ جتا پر ناز مسترد
 نے معشر کی خواہش مانی کہ کب کیا کہے
 محض دل میں ہے غالب شوق محض شکر ہر جہاں
 ہے خرم ہم میں جس آئندہ ہیں سے
 ہے دور متوجہ و پر پریمانی مہربا
 رہنمائی دہر سیکہ گستاخ میں ناہ
 بسا اور وقار کہ کہ جاتی رہی آخر
 تمام کو شکریت کہیں باقی نہ رہے جا
 غالب ترا احوال سادہ کیلئے ہم معذری

قریب کہ تو سر و کفایت چاہیے
 کہ گزری ہوئی کے جنات چاہیے
 ہر رنگ میں ہمارا کائنات چاہیے
 نہ سوئے تکرار وقت نہايات چاہیے
 عارفین پرست نے ذات چاہیے
 غار میں ہی سے گلے چہ جہات چاہیے

سو رہتا ہے باندہ پیکر کی سنگین وہ بھی
 خلوت بظہر تھا ایک اندازِ خند وہ بھی
 مرے دہم آقا میں ہے کہ میری نہیں وہ بھی
 کہ ہر گاہا عشق افزا پیش درم وہ بھی
 کسے پہنچنے کی تالی میں ہے کج تہی غم وہ بھی
 پہنچنے کا ہے کہ وہ چار جام داراں وہ بھی
 خداوند کی ہے جاس سے جس کی کون وہ بھی
 نگ آنے میری لکھنا شاد و غمیں سے
 یک بار لگا دو غم نے میرے ہیں سے
 زخماں نہ ہوا طوفان ہے انہوں سے
 برین مری جان کو تھا بظہر سے
 من پہنچے ہیں کہ اگر چاہا نہیں کرتے
 وہ من کے ہر میں نہ بظہر نہیں کرتے

گھر میں تھا کیا کہ ترافٹ اُسے عادت کرنا
 غم و دنیا سے گرائی میں قسمت سزا خانے کی
 کھلے گا کس جلی سنوں میں کہ کتاب کا یارب
 پرستار پرستیں میں شہسوار عشق کا شہسوار ہے
 انھیں شہسوار ہے ترغیبوں کا دیکھ آنا تھا
 باری سدا کی حق التفاسات تازہ مرزا
 کھد کو بے عادت کا تھل کر نہیں سکتی
 کون کیا غریبی صنایع دیتا ہے نہاں غالب
 حاصل سے فائدہ دھونڈتا ہے ترغیبی
 اُس شمع کی تلخ سے جس کو کوئی بجھا دے
 کیا تنگ ہم ترغیبوں کا جہان ہے
 ہے کائنات کو حرکت تیرے عشق سے
 ملا کہ ہے عشق قمار سے دار و رنگ
 کی اُس نے گرم سینہ اعلیٰ ہوس میں جا
 کیا غروب تم نے غم کو ہوس نہیں دیا
 رخصتا ہے جو کسائی دوزخ دیا رہی
 ہستی کا اعتبار بھی منہم نے مٹا دیا
 ہے بارے اعتبار و تقادری اس قدر
 درد سے پیوستہ ہے کہ کوئی جگر پری اسے اسے

درد رکھتے تھے ہم کہ سر پہ تیرے
 فلک کا دیکھنا قریب تیرے پاؤں آنے کی
 قسم کیا ان سے شکر کرنے کا کھد کے جلانے کی
 دے شکل سے کھل شل ہی ہر غم چھپانے کی
 اُٹھے تھے سیر مل کو دیکھنا شوقی ہلانے کی
 ترانا د تھا کالم مگر قسیدہ جانے کی
 مری طاقت کھداس فی حق کھداس خانے کی
 ہی کائنات سے ہم نے کی تھی بار بار نیکی
 دل و شکر میں ہے قبولی ہوئی مہاسی
 یہی کی ہلکے جہاں میں ہوں درخ آنا سی
 جس میں کہ ایک جیسے ہر اسماں ہے
 پر تو ہے کتاب کے دوزخ میں ہاں ہے
 داخل کو سر پہ شیش ہے کائنات ہے
 آدھے دیکھیں پہنہ کہ کھداس خانے ہے
 بر سر پہ ہے جاکو ہی غم میں اباں ہے
 فرزندو ہے کھداس جہاں ہے
 کس سے کس کی دل و جگر کائنات ہے
 غالب ہم میں ہی غم میں اباں ہے
 کیا ہرئی کالم ترغیبی شادمانی اسے اسے

تیرے دل میں گرہ تھا آتشِ مجسم کا جود
 کیوں ہی نمود کی گنجسکو آیا تھا خیال
 مگر ہر کاٹنے پر جان و ناپا بے جا تو کیا
 زنجیر گئی ہے گلے آپ وہاں ہے زندگی
 غلہ شکنانے اسے از بسدہ لکڑیاں کیا
 شرمِ روائی سے باغِ بہارِ قباب خاک میں
 خاک میں مویں پیسہ میں جنت میں گئی
 اتنی ہی تجھے اڑنا کا کام سے جا کر
 کس کی کالے کوئی شب اسے تارِ جھکال
 گوشہ بھوج پیام و چشمِ حسد و حال
 عشقِ سخن کا تھا غالب بھی دشت کا رنگ
 کشتگی میں عالمِ ہستی سے پاس سے
 رہا نہیں مرے دل قرار کی جبر
 یکجہاں سرودِ چپ تم کس تک
 ہے وہ غمزدہ من سے بیگناہ
 لی جس قدر شبِ ستار میں شراب
 ہر اک مکان کو چٹکس سے شرم سے
 گرفتاری سے قائم و ثابت حال ہے
 کس کو ستاؤں سر پہ اکسار کا گلہ

تو نے ہر کس کی تمہاری نگاہی لئے ہے
 دشمنی اپنی تمہاری دوستی لئے ہے
 مگر کو بھی تو نہیں ہے پادشاهی لئے ہے
 یمن جو ہے حق اسے ہلاکتی لئے ہے
 خاک پر رہتی ہے تیری آواز کبری لئے ہے
 لہر ہے الفت کی تھوڑ پرورداری لئے ہے
 آواز گئی دنیا سے وہ ہم پاری لئے ہے
 دل پہ اک گھنچہ زبا یا زخم کبری لئے ہے
 ہے نظر نہ کرو ہمت شہراری لئے ہے
 ایک سال اس پر یہ تائید داری لئے ہے
 رہ گیا قاتل میں ہو کہ نفعِ خودی لئے ہے
 شکس کہ وہ سے فود کو مرنے کی اس ہے
 لب تک وہ چاہا ہے کیکے ہی پس ہے
 ہر نہ کھے ہی نہ ان سپاس ہے
 ہر نہ اس کے پاس میں فی شمس ہے
 اس میں ہون کو گری ہی اس ہے
 ہمنوی جو مر گیا ہے تو جگہ اس ہے
 خوش ہیں کبری بات حسنِ خیال ہے
 دل فرود میں جو سنجہ زبیل لئے حال ہے

کس پہلے ہی ہے آئینہ پر روزے خدا
 ہے ہے خدا غم آستہ وہ دور دشمنی
 نگینیں ہاں کب ملے کے قدم سے جان
 دوست چہ میری حرم آفاق تنگ تھا
 ہستی کے مت فریب برآ جانچ سہ
 تم اپنے نگہ سے کی باتیں بگڑ گئے کچھ
 دانا و مرد عالم بھی تو منتظر ہے کہ خنجر
 ایک جا سرب و خاک کا تھا سو بھی مٹ گیا
 ہی جہلہ شوق خاک کی ناکامی پر نہ کیوں
 آگ سے پانی میں بجھتے دشت لغتی چھا
 ہے وہی پستی پروردگار کا خود خدا
 جو سے مت کہ تو میں نکستا تھا اپنی زندگی
 آنکھ کی تصویر سے چہ کجی ہے کہ تا
 دینوں پر گزرتے ہیں ہم کو ہے سے وہ یکے
 مری ہستی غلط حیرت آباد تھا ہے
 توں کیا نصیب مل گئی کسی کہ کوئی ہم
 وفا سے دلیوں ہے اتفاق دہلے ہم
 تھکے شوقی اندیشہ تاپ ہے تو میری
 دم کہ کام کر کیا وہ ہوسوں گزشتہ

رحمت کہ خود خواہ لب ہے سوال ہے
 اسے شوق منتقل نہ تھے کیا خیال ہے
 جانے زمین ہے ذکر نامت فزاں ہے
 دریا زمین کو مستغرق خیال ہے
 عالم تمام مستغرق خیال ہے
 نہ کہہ محال ہے نکلیں ہر آگ دلی ہے
 ڈگر پر جیسی ہے ڈاکو نیم سٹیں ہے
 تھا ہر کا قد قرے خط کا نگار ہوا ہے
 ہم نہیں ملتے خنجر پریندہ آتش ہاں ہے
 ہر کوئی در اندک میں جاوے تاپاں ہے
 ہنس کے پڑے سے نیرت تاملی ہزار ہے
 زندگی سے بھی دلی ہنس ہزار ہے
 جھپکے گل جاوے کہ اس کا سویتہ دہار ہے
 کنتا بھی کناں کہ ہٹے نہیں دیتے
 سے کہتے ہی نہ وہ اسی عالم کا مٹا ہے
 وہی ہم ہی خنجر ہے عوام بال پر کا ہے
 اڑتا رہا سو ہوئی کا کس نے کھانا ہے
 کت الموس ملا عجب سید یہ تھا ہے
 نہیں دیا وہ خدا وہ ہوسوں گزشتہ

دل لگی کی آواز دہریں کھنکھاتی ہے
 چشم غواش غواش میں ہی فنا ہوا ہے
 پیشکرم عشق ساز جال ناما ہے
 دست گاہ و دوا غنیمت ہر جہاں رکھا
 عشق کچھ کاشیں مشت ہی سی
 قطع کیجئے رقتی ہم سے
 میرے ہونے میں ہے کیا آسواں
 ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے
 اپنی آشتی ہی سے جو جو کچھ ہر
 عمر ہر چند کہ ہے برق فرام
 ہم کوئی ترک و وفا کرتے ہیں
 بلکہ تو دے آتے نکلتے بضاعت
 ہم بھی تسلیم کی فرائیں گے
 یا سب سے چھوڑ دینا چاہتے ہیں
 ہے آئینہ گی میں کچھ نہیں بچا بچے
 غمناک ہے اس نئی آفت میں کوئی
 مستانے کوں ہیں وہ دوا دی نیاں
 کرتا ہے دیکھ بارش میں تھپہ بھریاں
 کھنکھاتی دیکھیں برسے دل کا سلا

دہریں ہے عشق سوہا ہے کچھ کھنکھاتی
 شرر و گھٹنوں کے دو دھندلے آواز ہے
 ناک گویا کہ ہوش سنبھار کی آواز ہے
 یک ایساں بسلا لگی نریش باغدار ہے
 میری دشت تیری شہرت ہی سی
 کہ نہیں ہے تو دوست ہی سی
 لئے وہ مجلس نہیں غلوت ہی سی
 چکر کو تھ سے جنت ہی سی
 آنکھیں گزشتیں غفلت ہی سی
 دل کے ٹکڑے کئے کی فرست ہی سی
 نہ سی عشق صبیبت ہی سی
 آواز فریاد کی رخصت ہی سی
 ہے نیاز ہی تری عادت ہی سی
 گزشتیں ہیں تو عسرت ہی سی
 صبح و دل ہے لہو و دھندلے
 جس کی مدد ہو سلا بارق قاتلے
 تاجدار گشت سے نہ ہے ڈھانچے
 آنے لگی ہے گشت گل سے چھانچے
 شہر کی گے آفتاب نے نہ دیکھا بچے

زندگی اپنی بہشت میں سے گزری غالب
 اُس نام میں جسے نہیں مٹتی کیا کیے
 ہاں ہی تو ہے جہاں بہشت میں سے گزریا
 نکلتے ہیں ان فرقد و جہاد و رہن سے
 جعفری کردتی ہے ہو گئے جعفر
 مقدور ہو تو خاک سے پوچھیں کلام
 کس دہشتیں دتر شا کے دور
 صحت میں فیر کی نہ چڑی ہو کہیں نہ تو
 جس کی ہے اور بات مگر غازی نہیں
 غالب جس کو کہے گا جواب کیا
 بزمِ مسرت ہے وہ غلط ہے
 بہشت سے ہے سرور و لذت و ہوا سے
 زلی ہو اسے پاش پاشے ثبات کا
 جادو بار غوثی دنیاں کے شریعت
 نظارہ کیا عرصت جو اس ہوتی مسکن کا
 میں نامزد دل کی تسلی کو کیا کریں
 گر اکہد مسرت چہ نام ہمارے
 دیکھنا صحت کہ آپ اپنے نہ دھک بھانے ہے
 اقدار و دل سے ہی گری گرانہ پیش ہے

ہم ہی کیا یاد کر سکتے کہ خدا کہتے تھے
 برضا را اگر چہ اشارے ہوا کیے
 میں ہو جادو و ستارے میں مولا کیے
 قوت ہوئی ہے وہ ہے آپ بڑا کیے
 حضرت بھی گلیں گے کہ ہم کیا کیا کیے
 تو نے وہ گنج باکے گرانہ کیا کیے
 کس دن ہمارے سر نہ لے چو کیے
 دینے لگا ہے ہو سر جہیز اچھا کیے
 اچھے تھے چلیں گے کس بھٹے دفا کیے
 نا کہ تم کسا کے اور دہشتنا کیے
 اس سال کے سب کو برقی کھانا ہے
 ہاں تھوہر مسکو و صبح شراب ہے
 نے بھاگنے کی گوں نہ اقامت کی تاج ہے
 خالق گانے ہے کہ گیسو تاج ہے
 ہوش رہا جوتے کو جس کے تھا ہے
 نا کہ تیرے رخ سے نلکا کسا ہے
 قاصد پچھو دھک بھل و دھاک ہے
 میں نے دیکھیں جھاک بھو کھا چلنے ہے
 آگیزہ تھی صبا سے پگھلا ہاتھ ہے

میر کو بارب وہ کیو مگر منہ گستاخی کہے
 شوق کو بہت کہ مستم تا کیچھے بیٹھے
 نور چشم بہ تری بزم طریحہ کے داد داد
 گرچہ ہے طرزِ تعلق پر وہ داد و بارِ عشق
 جس کی بزم آرا خیاں سن کر جلی بچریاں
 ہو کے عاشق وہ پری بن اور نازگ بن گیا
 نقشِ کمر اس کے صفو پر بھی کیا کیا تدریس
 سایہ پیرا ہم سے شل نور چنگ ہے سہ
 گرم فرار دکھا چل نہالی لے کے
 تیرے تھو وہ عالم کی شہتِ سلوم
 کزت کرانِ صحت ہے چو تعلقِ نام
 ہو چکی کائناتِ سوری بھی کھٹکنا
 کار کو ہستی میں کارِ دلِ سلاں ہے
 فخر آ شگفتی با ربک مالیتِ سلوم
 ہم سے درخشاں کی کس طرح اظہار بیٹے
 آگ سا ہے دردِ دیوار سے ہنرِ غالب
 سد کی پیش کی مٹانے کی سرتِ دل میں ہے
 دکھنا تقوہ کی نہ سہ کہ جو اس سے کیا
 گرچہ ہے کس کی بلانی سے دے لے باج

گر کیا جس اس کو آتی ہے تو شراب بیٹے ہے
 دل کی وہ حالت کو ہم بیٹے سے گھبرا بیٹے ہے
 غم پہ ہمارا ہے وہں گرا کر برا بیٹے ہے
 پر ہم دے کہ نے بلقیس کی کہ وہا بیٹے ہے
 شل نقشِ دعا ہے غیبِ بیٹا بیٹے ہے
 رنگ کھنکھانے سے ہوتا کہ فرما بیٹے ہے
 کچھ پتا ہے ہر خدا کا ہی کچھ پتا بیٹے ہے
 پاس کھنکھن کران کے کس سے پھر بیٹے ہے
 جب لعلِ بزمِ نای ہو دیالی نے کے
 لے لیا ہم سے ہی تیرے پالی نے کے
 کر دیا کفر و ایمانِ بیالی نے کے
 جب آ نام دیہ ہے پر دیالی نے کے
 بزمِ کینِ صحت طوئی گرم دیکھوں ہے
 داد و در کیں خواب گل پریشاں ہے
 داغِ شہت و سحر شہتِ شوق میں ہے
 ہم دیالی میں ہی ہو مگر ہی بدانی ہے
 ہم میں پتا کہ ہر سہ کہت توں میں ہے
 میں نے یہ جانا کہ گویا ہی میرے دل میں ہے
 ذکرِ پیرا کہ سے ہنر ہے کس گل میں ہے

ہر دم ہم تائبی خاک میں مل جاوے گی
 رنج وہ کہیں کچھ نہ لگے گا کہتی ہے
 جلوہ زار آتشیں ہر دم سے ادا دل سے
 ہے دل شہرہ خالص غم ہی قباب
 دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی
 شمع ہو گیا ہے سینہ شاد آفتاب
 وہ بادہ شہانہ کی حرکتیاں کس
 آؤں پھر سے چٹاکری کہے ہیں
 دیکھ تو دستہ سب ادا تم شمع
 ہر دم غم سے من پرستی شہد کی
 نکلنے سے بھی کام کیا وہ قباب کا
 فرود وہی کاغذ کو بیکار ہو گیا
 مارا زمانہ نے اسے دھواں میں
 نکلیں کہ ہم نہ سوئیں ہم ذوق نکلے
 اپنی گلی میں کہہ کو کہہ کو ذوق نکل
 ساقی گری کی شہرہ کہہ کو ذوق نکل
 تم سے تو کہہ کام نہیں لیکن شہرہ
 تم کو بھی ہم دکھائیں کہ نہیں کے کیا کیا
 ہر دم نہیں کہ نہیں کی ہم ہر دم کی کس

یہ ہر دم لڑتے ہمارے ہی ہے گلہ میں ہے
 انہیں مکتا چارہ مستم منزل میں ہے
 تیرا شہرہ قیامت کس کی آب و گل میں ہے
 ہم کو اپنی شہرہ کہہ کہیں شکل میں ہے
 وہ کو کو گلاب اور میں دھواں کہ گئی
 شمعیت پر وہ دوری پرستہ جگر گئی
 اٹھیں میں اب کہ لڑتے غلاب ہم گئی
 لیکن اب ہے ہوا بوسہ بال ہر گئی
 میں مستدام یاد میں کیا گل شہرہ گئی
 اب آبرو کے شہرہ اہل نظر گئی
 سستی سے ہر گتے رخ پر بھگ گئی
 گل تم گئے کہ ہم قیامت گز گئی
 وہ دھوئے کساں وہ جانی کہہ گئی
 ہر دم غم میں تری صورت گر گئی
 بھگتہ سے غم کو کیوں تیرا گھر گئی
 ہر شبہ دہائی کہتے ہیں بے برق گئی
 میرا سلام کیوں اگر تاسہ گئی
 نصرت کس کس قلم پناہ سے گئی
 مانا کو کہ بزرگ ہیں ہم سفر گئی

نے سنا کہ کون کو چپے دلدار دیکھا
 کوئی دن گر زندگانی اور ہے
 آتشِ ہنغ میں یہ گر بج گسل
 بار بار دیکھی ہیں آن کی برکشیں
 سے کے غلام نہ دیکھتا ہے تلوہ
 قاطع افسار چرخِ کشتہ و نجوم
 بہک چکیں غالب جو نہیں بھام
 کوئی آفتیب نہیں آتی
 موت کا ایک دن نہیں ہے
 لگے آتی تھی حال ال پہ ہنسی
 بانٹا ہوں خوابِ حاصی نہ
 ہے کچھ ایسی ہی بات چہ چہ پاس
 کیوں نہ چھوڑ کر یاد کرتے ہیں
 درخِ دل گر خطہ نہیں آتا
 ہم دلی چہ حل سے ہم کو بھی
 مرنے ہیں آندہ میں مرنے کی
 کہ جس سے جاؤ گے غالب
 دلی ناداں نے ہوا کیا ہے
 ہم ہیں شتاق اور وہ بیزار

تم کو کہیں جو غالب آشتہ سرے
 اپنے ہی میں ہم نے خانی اور ہے
 سوزِ غم اپنے انسانی اور ہے
 پر کچھ آپ کے سسر گراں اور ہے
 کہ تو پہ پیغام نہ بانی اور ہے
 دو ہائے آنسہ لانی اور ہے
 ایک مرگ ناگمانی اور ہے
 کوئی صورت نظر نہیں آتی
 نیند کیوں رات بھر نہیں آتی
 اب کسی بات پر نہیں آتی
 پر طبیعت چہ نہیں آتی
 وہ کیا بات کر نہیں آتی
 یہ سہری آواز گر نہیں آتی
 جو بھی لے چاہے گر نہیں آتی
 کچھ جاری ہے نہیں آتی
 موت آتی ہے پر نہیں آتی
 شہنم مست کہ گر نہیں آتی
 آخر اس درد کی دور کیا ہے
 یا انھی تو بار بار کیا ہے

میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں
 جسکے تجربے نہیں کوئی ہو جو
 نہ پانی پسند لوگ کیسے ہیں
 ٹھیک نہ صحت مند ہیں کیوں ہے
 ہنر و دل کہاں سے آئے ہیں
 ہم کو ان سے وفا کی ہے امید
 اور جس کا ترا جسد ہو گا
 جان تم پر شکار کرتا ہوں
 میں نے ہاتھ کچھ نہیں غالب
 کئے تو ہر دم سب کر بت غالب تو آئے
 ہوں گلشنِ نزع میں ان صیغہ بہت
 ہے صاف و شعلہ و سیلاب کا عالم
 ظاہر ہے کہ گہرا کے نہ جاگیں گے گہرین
 بقوہ سے ڈرتے ہیں دوا مظاہر کرتے
 اس اہل طب کو ن سے طعنہ تا یافت
 پتا نہیں وہ مشورہ کہ آرام سے رہیں
 کی ہم قصوں نے اتر کر یہ میں غصہ
 اس لہجہ میں کیا بات ہے غالب
 پھر کہ ایک دل کو بھڑا رہی ہے

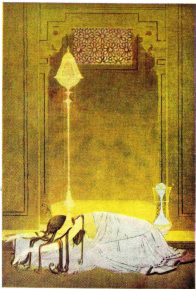
کاش پرچھو کہ مدد کیا ہے
 پھر نہ بنگارے خدا کیا ہے
 منہ و مشورہ دوا کیا ہے
 رنج و چشمِ سرمد سا کیا ہے
 اور کیا چسپ ہے ہوا کیا ہے
 جو نہیں جانتے دوا کیا ہے
 اور ورویش کی صدا کیا ہے
 میں نہیں جانتا دوا کیا ہے
 مفت ادا آئے تو برا کیا ہے
 یک دم گہرا کے کوہ کوئی گرد آئے
 یک دم دھن پہ در سے پہنچے کو آئے
 آنا ہی ہم میں مری آنکھیں گواہ آئے
 اس منہ سے گرا دوا و دوشینہ کی رو آئے
 ہم کہے رہتے ہیں شے جن میں ہیں جو آئے
 دیکھا گواہ میں نہیں اپنے ہی کہ کو آئے
 اس دوا نہیں بار تو کہے ہی کہ جو آئے
 اپنے رہے آپس سے گر لہ کو ٹو آئے
 ہم بھی گئے وہ اور تری تقدیر کو آئے
 سینہ ہوا سے زخم کاہی ہے

چرخ کو دھونے کا تان
 قبلہ مقصد و گاہ نیاز
 پشم و فانی جنسِ دہانی
 دی صد رنگ تارِ نرسان
 دل جو ہے غلامِ تاز سے پھر
 جلوہ چہرِ عرضِ نیاز ہے
 پھر سی ہے وفا پر مہر ہے
 پھر کھٹا ہے دردِ الت نیاز
 دوسا ہے جہان میں اندھیر
 پھر ناپا رانا جس کے دال
 پھر ہونے ہیں گاہِ عشقِ طب
 دل و دھڑکوں کا جو مقرر تھا
 نہ خودی ہے بہتیں غالب
 ہنسِ حسرت کئی تکیں زبورِ شادابی کی
 کشاکش اسے جتنی سے کرے کیا مہر کی
 پس اندر دلی دیوانہ زیارت گاہِ بھگوان ہے
 لکھویش چہ سزا فرمادی یہ اور دہر کی
 رگیدلی کو خاکِ دشتِ ہمنوی بھلی بھنے
 پھر بدلتا شاید بادِ بانی کشتی سے تھا

آہِ فسیل ہر کاری ہے
 پھر دی پردہِ مہاری ہے
 دلِ سحر و رنقِ بخاری ہے
 دینِ سدا گزشتہ کاری ہے
 عشرِ سبکِ بیقراری ہے
 ہونہ باز رہاں سپاری ہے
 پھر دی زندگی مہاری ہے
 گرم بازارِ فوجِ مہاری ہے
 زلفت کی ہر چہرشتہ مہاری ہے
 ایک سلسلہ و گونہ مہاری ہے
 انگہادی کا مسک مہاری ہے
 آج پھر اس کی رہ کاری ہے
 کہ تو ہے جس کی رہاری ہے
 نیک باغِ لہریں دلِ جہانِ تنگ کی
 ہوائی زنجیرِ بوجِ اکب کو فرصتِ دہان کی
 شہرِ رنگ نے تربتِ پیری گلِ نشان کی
 پہلہ اصفہانِ دہان کا جو سببِ شہر کی
 اگرچہ دستِ ہوا سے دان و دھواں دانِ شہر کی
 ہوائی مجلس کی گری سے دہانِ دہان کی

کہوں بیدار ہوں تو پشیمان عرض کیا قدرت
 کہیں تک رہوں گے جسے کہیں پہنچے
 بے اختیار ہیں سے جبکہ سبیں ہم پہنچے
 پہنچا تھا وہ بہت ترسناک شہیدانہ
 ہستی پادری اپنی فنا پر ڈھیل ہے
 سختی کشاں کشاں کی پوچھے ہے کیا خبر
 تیری دعا سے کیا ہو گا فی کہہ میری
 کہتے ہے جنوں کی کھلیاں ہوں گیں
 اندر ہی تیری شہسوی غوجکے ہم سے
 اہل ہیں کی حق ہے ترک بجز رشتہ
 اے صدمہ چوہہ ہمارے سپرد تھے
 چھوڑی کہ نہ ہم نے گمانی پر مال لگی
 جو نہ تھو داغ دل کی کرے شعلہ پاسانی
 کھٹے اُس سے کیا توقع بڑا نا جوانی
 پر نہیں کہ کسی کو دنا نہیں خوب درد کستا
 غلت کہے ہیں میرے شب لم کا ہوش ہے
 نے مرزا و سال نہ نگار نہ جمال
 نے کیا ہے حسن و لونا کو کہے بہا بہ
 گوہر کو چشمہ گردن غبار میں کیسا

کہ وقت از گنئی بڑے سے چھلے ہر شہر کی
 مری آستین لب کیا دھن دیو ہر شہر کی
 جتنے زیادہ ہو گئے اتنے ہی کم ہوئے
 اُنہ نے پائے تھے کہ اگر تیار ہم ہوئے
 یوں تک سے کہ قہ ہم اپنی قسم ہوئے
 وہ لوگ وقت رفتہ سسرا پا الم ہوئے
 تیرے ہوا بھی ہم بہت سے ختم ہوئے
 ہر چند اس میں بات ہمارے قلم ہوئے
 اجڑا سے لالہ میں کہے مذاق ہم ہوئے
 جو پاؤں لنگے دی ان کے طہ ہوئے
 جو دانی کھنچے کھسکے وہاں آگے ہوئے
 سانس ہوئے تو عاشق اہل کرم ہوئے
 تو فسر وہی شام ہے کہیں بے زبان
 کبھی کوہ کی میں جس نے دینی مری کہانی
 کہ مرے حد کو یارب سے میری تنگی
 ایک شمع ہے جیل محسوس غموش ہے
 قدرت ہوئی کہ آشتی چشم و گوش ہے
 لے شوق یاں ایسا دستِ حلیم ہوش ہے
 کیا اوج پر ستارہ گوہر ز روش ہے



دایغ فراقِ محبتِ شب کی بجلی ہوئی اک شمع رہ گئی سو رو بجی ٹھوس ہے

دیدار باد و کوسل ساقی نگاہ دست
 لئے تکانہ دار وین پہا ایا ہوا ہے دل
 و کھ سکے جو درد و مرست نگاہ ہو
 ساقی بچیلوہ و شبنم ایسا ان آنکی
 یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشہ پہا
 لعلت غلام ساقی و زوق صد ہے چنگ
 یا سچ دم جو دیکھے اگر تو ہزم میں
 دماغ مستراقی بہت شب کی جلی ہوئی
 تھے یہ غائب سے یہ مضامین خیال میں
 نہ ہوئی اگر سے سنے سے قتل نہ سی
 غار ظاہر و مرست دیدار تو ہے
 ہے پر تار کیم نے نہ سے گائے ہی ہے
 نقش قیس کہ ہے پیش و چراغ صرا
 ایک چکا ہے ہواؤں ہے مگر کی حق
 نہ تیارش کی تھانہ سے کی پروا
 مشرب بہت لوہاں ہی غیبت کہ
 مجب نظام سے ہوا کے چلے ہیں ہم آنکے
 قصائے خاک کے چاہا غراب ہوا ملک
 غم ناز نے بھلائی نہ ادا ہوش کی سستی

ہزم خیال سے سکنا ہے فروش ہے
 زخمد اگر تھیں ہوس اسے فروش ہے
 ہری سوزہ گوش غیبت نہ فروش ہے
 مطرب پنہا ہنن نگین و فروش ہے
 دامان ایلان و کعبت گل فروش ہے
 یہ جہت نگاہ وہ فردا کس گوش ہے
 نے و ہمسور و نور نہ فروش فروش ہے
 اک شمع دگنی ہے سودا ہی فروش ہے
 غالب صریح غار غوا سے فروش ہے
 اٹھک اور ہی باقی ہو تو پہلی دسی
 شوق گنجین ملک تار قتل دسی
 ایک دن گرد ہوا ہزم میں ساقی دسی
 گزشتیں شمع سیہ غار بلی دسی
 نوز غریبی میں شمس شادی دسی
 گزشتیں میں کئے شاعر میں سنی دسی
 نہ ہوئی غالب مگر کمر طبعی دسی
 کہلنے تھے سے سراپاں سے ہوا تھامے
 غلط خواب تھا میں نہ ہیں سلاست لگے
 و گرد ہم بھی اٹھاتے تھے نوبت الہام لگے

یہ رنگ چک رہا ہے چمن خرم ہے
 چمک رہا ہے دین پر سر سبز چمن
 جاسے ہم جہان الہی میں گیا ہوگا
 رگوں میں دھنستے مرنے کے چمن خرم
 وہ چمن جس کے لیے ہم کو یہ بہشت عزم
 یہیں غریب اگر خرم بھی ہو کہ اویں دوچار
 رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی
 ہوا ہے شک کا سبب چہ ہے بے شک
 میں انہیں چمنوں اور کہہ کہیں
 قسم نہ ہوا یا ہو جو کہ ہو
 میری قسمت میں منہم گر اتفاقاً
 آئی جاگہ وہ راہ پر غالب
 اگر مری جان کو مستار نہیں ہے
 دیتے ہیں بہشت حیات دہر کے بدلے
 گریہ نکالے ہے غریب ہم سے ہو کہ
 ہم سے بہت ہے گمان و غم و غلغلہ
 دل سے اٹھ اٹھتے ہیں وہ اسے سہان
 نقل کا میرے کیا ہے عہد تو بے
 تو نے قسم کے کشی کی کہاں ہے غالب

دگر نہ نعمت بہانہ ہی صدمہ کیا ہے
 ہماری سب کو اب طاقت نہ کیا ہے
 کر دیتے ہر جانب دکھ بھر گیا ہے
 جب انگ سے ہی دھنکا تو ہو گیا ہے
 سوائے بارہ گھنٹا چمک گیا ہے
 پیشہ دشمن و کونہ و سبب کیا ہے
 تو کس سبب پکے کہنہ کیا ہے
 دگر نہ شریں غالب کی قہر کیا ہے
 چل سکتے ہو سے چہ ہوتے
 کا شک کہ تم موت لے ہوتے
 دل میں بار بار کئی دہے ہوتے
 کوئی دن صبر بھی ہے ہوتے
 طاقت ہمہ ام انتظار نہیں ہے
 فتنہ و اندان ہمار نہیں ہے
 اسے کہ روئے پامناہ نہیں ہے
 خاک میں عشق کی غبار نہیں ہے
 غیر گل نہیں ہے سبب نہیں ہے
 اسے دگر عہد ہستار نہیں ہے
 تیری قسم کا کہ اعتبار نہیں ہے

جہم غم سے ہاں تک سرگرمی کہ کما چل ہے
 غم سے غم سے چھپتے وقت زخم زہن کی
 وہ گل ہر گشتیں میں ملوہ و فانی کرے غالب
 پاؤں و دامن میں ہوں پس کس کی سداوند
 دیکھنا مات کے دل کی ہم خوشی کے وقت
 نہیں سدا سا بے شکایت کہ نہ پڑم
 جس زخم میں قتل کے شکار میں آوے
 سائے کی طعن سادہ چرس ستر و منہم
 تب ہاں گرس باگی انگاہ بہا ہے
 شے ہلکے شکایت کی اہانت کہ شکر
 اُس پیشم نہیں کر کا اگر پائے شاد
 کاٹوں کی نہاں ہو گئی پیاس صحاب
 مردانوں کیوں نہ شکا بہ دوزخ تارک
 غار بگر ناموسن ہو گر پارس زرد
 تب چاک گریباں کا منہ ہے الٹاں
 انگھہ ہے سینہ مراد زناں سے
 عجیب سنی کا طہسم فنی کا کے
 شمس ہر گر پوہ ہلکام کالی اچھا ہے
 ہو سو دیتے نہیں اور دل ہے ہر خط گدا

کہ تار دامن و تار نظر میں فرق شکل ہے
 بحیوت کہ پاس درد سے جہان خالی ہے
 پھٹا فتح دل کا صدائے قند اول ہے
 غار پا میں ہوا سب سے زانو کے
 ہے گدا و آشنائیں سر پر ہو کے
 ہے یہی بستر کا گلی بی بی بی بی بی
 ہاں کا تہ صبر است و دھرم میں آوے
 ڈاس تو دیکھش ہے ہر گھر میں آوے
 ہب نہت بکرو دنا غبار میں آوے
 کہ جہم کو نہ بھی مرنے آوار میں آوے
 طلی کی لٹاؤ آواز گفتار میں آوے
 اک آبدیا دایہی نہتار میں آوے
 نکشیں غم مسکتا آوار میں آوے
 کیونکا دلی ڈان سے باہر میں آوے
 بب ایک غم بھا ہوا ہر تار میں آوے
 شے ڈانے اگر سرخ لب لبس میں آوے
 ہر خط کہ غالب کے شمار میں آوے
 اُس سے پرا سرخ و شید ہال اچھا ہے
 ہی میں کتنی کشت آئے تو ال اچھا ہے

اور بار بار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
 ہے طلب میں تو رنوں میں صاف ہے
 ان کے ہنگامے سے جو آہانی ہے حیرت زنی
 دیکھنے پاتے ہیں عشاق جن سے کیا فیض
 ہم جن تھپتھپنے سے فرماؤ کہ شیریں سے کیا
 نظروں میں جو مل جائے تو دریا ہو جائے
 غمِ سلسلے کو رکھے خالقِ بکرِ سحر
 ہم کو معلوم ہے حقیقت کی
 غیرِ محال میں رہے ہمارے
 غفلت کا تم سے کیا شکوہ کرے
 خاک میں ملے اگرچہ طلبِ کچھ نہ ہو
 رات کی نرگس سے ہے ہر سببِ دم
 دل کو انھوں نے چھایا کیا کر
 شاہ کے ہے فیضِ صحت کی خبر
 عشق نے غالب بھٹکا کر دیا
 پھر اس انداز سے بہار آئی
 دیکھو اسے ساکنینِ خطِ خاک
 کڑی ہو گئی ہے سستہ
 ہنسے کو جب کہیں جگہ نہ لی

ساغرِ جسم سے مرہاںِ محال چھا ہے
 وہ گواہ جس کو نہ ہو خوشے کو مال چھا ہے
 وہ کہتے ہیں کہ میرا کار کا مال چھا ہے
 اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال چھا ہے
 جس طرح کا کہ کسی میں ہر سال چھا ہے
 کام چھا ہے وہ جس کا کہ سال چھا ہے
 شاہ کے باغ میں یہ تازہ خستہ سال چھا ہے
 دل کے خوش رکھنے کو غالب خیال چھا ہے
 ہم رہیں وہ تھپتھپ لبِ پیغام کے
 بھگت نہ ہے جس پس منیٰ نام کے
 ہم تو عاشق ہیں تھپتھپ نام کے
 دھوئے دھوئے چھوئے ہمارے نام کے
 وہ بھی ملے ہیں تھپتھپ نام کے
 دیکھئے کب دن چھپیں پیغام کے
 روزِ ہم بھی آوی گئے کام کے
 کہہ رہے صرور تھپتھپ نام کے
 اس کو کہتے ہیں صرور تھپتھپ نام کے
 وہ کہیں صرور تھپتھپ نام کے
 بن گیا نہ ہے تھپتھپ نام کے

ہرزوہ گل کے دیکھنے کے لیے
 ہے ہوا میں شہراب کی تاثیر
 کیوں نہ دنیا کو جو نوشی غالب
 شخص دوستوں پر داغ ہرزہ مال ہے
 رہا آباد عالم اہل جنت کے نہ ہونے سے
 کب وہ تھکا ہے کمانی میری
 غنیمت غنیمت خون نہ چھوچھو
 کیا بیان کر کے مراد نہ لکھو
 ہوں نہ خود رفتہ بیدار نہ خیال
 شکار میں ہے عت اہل میرا
 قدر سنگ سہرہ لکھا ہوں
 گرد باد رو بے تابی ہوں
 دہن ناس کا جو نہ مصلوچھا
 کروا صحت نے عاجز غالب
 عشق باز نہیت حجاز باغوش میں
 ثور و بدختر کھنجر کو تماشا جانے
 وہ تپ عشق تناسے کہ پھوٹے شمع
 گلشن کو تری صحت از بسکہ خوش آئی ہے
 وہی لکھراستقا ہر دم ہے بندی پر
 پنجم درگس کہ دی ہے وصالی
 بادہ نوشی ہے باد پیمانی
 مشاہدہ شدہ رنے شکار پانی
 اگر پہلوشی کھنچے تو جا میری بھی غالی ہے
 بھرتہ میں جس قدر جام و ہوسخانہ غالی ہے
 ہر چہرہ بھی زبانی میری
 دیکھ تو شہرہ نشانی میری
 مگر آشفہ سببانی میری
 جہول جان ہے نشانی میری
 رک گیا رک گیا روانی میری
 سلت از اس چگانی میری
 صبر شوق ہے بانی میری
 تکل گنی چو کسدانی میری
 نگاہ چیری ہے چانی میری
 پاسے طافس پہلے خاموشی دیکھے
 خم و دامن کر آشفہ سببانی دیکھے
 شعلہ آغوش جگر ریشہ دہانی دیکھے
 ہر خنجر کا گل ہونا آغوش کشانی ہے
 یاس تاکے کو اور ادا و حواس نہانی ہے



گلفِ شایہا کے نازِ جلوہ کو کیا ہو گیا خاکِ کہ ہوتی ہو تیری لالہ کاری لئے لئے

اڑ بیکر کھاتا ہے فخر بڑا کے اندازے
 جس زخم کی ہو کھتی ہو تو میری رو کی
 اچھا ہے سسر انگشت صفائی کا تصور
 کیوں نہتے ہو عشاق کی یہ ہو سکتی ہے
 دھننے نے بھی منہ نہ لکھا ہو ہلکا کو
 صدیعت اور ناکام کو اک مرتے غالب
 یہاں پشت گرمی نیند اسے ہے ہم
 آغوش گل کشوہ براسے اور اسے
 ہے وصل جبر عالم مست سکین غلبہ میں
 اس لب سے دل ہی جا بیگا ہو سکتی تو دل
 چاہیے انھوں کو رہتا چاہیے
 صحبت رنماں سے وابستہ ہے حذر
 چاہئے کو تیرے کیا بھلا قال
 چنگ مت کر جب بے ایام گل
 دوستی کا پردہ ہے بیگانگی
 دشمنی نے سیری کھو یا غیر کو
 اپنی راہوں میں کیا چلتی ہے سی
 منحصر مرنے پر ہو جس کی امید
 غافل ان رطقتوں کے واسطے

جو داغ نظر آیا اک پیشم خان ہے
 کھ دیکھ یا سب اسے قسمت میں حد کی
 دل میں نظر آتی تو چنگ بوند ہو کی
 یاس تو کوئی سنتا نہیں سسر باد کو کی
 غم نے بھی بات نہ چو بھی ہو گم کی
 صورت میں پہلیک رہتے صسر یہ ہو کی
 جیروں کے ٹوٹنے میں دل بے قرار کے
 اسے حذر لب چل کر چھٹے دن بار کے
 مستحق شوق و عاشق دیوانہ چاہیے
 شوقی غفل و براسے رنہ لڑ چاہیے
 یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیے
 جلتے سے اسے کو گھینچا چاہیے
 اسے لبس سے گی بھلا چاہیے
 کہ اوھر کا بھی اشتیاق چاہیے
 منہ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے
 کس قدر دشمن ہے دیکھا چاہیے
 یا رہی ہنگامہ آرا چاہیے
 ناامیدی اس کی دیکھا چاہیے
 چاہئے والا بھی اچھا چاہیے

چاہتے ہیں غور میں کو اس
 پر قدم اور ہی منزل ہے نمایاں کہ سے
 وہیں ماضیوں کا شاہِ کمال غافل خوشتر
 و شبستہ تفتیشِ دل سے شبِ تنہائی میں
 غمِ مطابق نہ پسوا کی آواز میں
 اثرِ اکبر سے جاوہِ صحرے میں
 ہے خود ہی بسترِ قسیدہ فرخت جو جو
 شوقِ دید میں گرفتار ہے گراں شے
 ہے کسی اُسے شبِ جگر کی استہش ہے
 گردِ جگرِ صحرے میں زنجیر جو سے
 نگہِ گرم سے گلِ لال چھپتی ہے اس
 لکڑی میں جہنمِ جانی کو ستائے نہ ہے
 میں نہ آؤ تو ہوں کسی کو اگر اسے چنڈاں
 کیل کی سمجھا کہیں چنڈاں سے ہوں چلنے
 فیہر تار ہے چلے ہوں تہ سے لگا کو اگر
 اس نہ زحمت کا کیا ہو بھلے میں تو کیا
 کہ سکے کوں کہ یہ جلوہ گری کسی کی ہے
 موت کی راہ نہ دیکھوں کہیں آئے نہ ہے
 وہ وہ سر سے گرا ہے کٹاٹھائے نہ لھے

آپ کی صورت تو کیا ہا ہے
 میری فکر سے جاگے ہے باہر کہ سے
 ہے نگہِ شہِ شیرازِ زمرہاں کہ سے
 صورتِ آہورِ راسا یہ گریزاں کہ سے
 کس قدر غلامِ آفرین ہے وہیں کہ سے
 صورتِ شہنا گو ہے چہ چہ چہ کہ سے
 ہے چہ چہ چہ کی چہ چہ چہ کہ سے
 ہو گہرِ شہِ شمعِ چہ چہ کہ سے
 سیدِ غریبہ کیاست چہ چہ کہ سے
 آفرینِ داری کیست وہ چہ چہ کہ سے
 ہے چہ چہ چہ چہ چہ چہ کہ سے
 کیا ہے بات جس بات بنائے نہ ہے
 اُس نہ چہ چہ چہ چہ چہ کہ سے
 کاش چہ چہ چہ چہ چہ کہ سے
 کوئی نہ ہے کہ یہ کیا ہے تو چہ چہ نہ ہے
 اتہ آئیں تو انیس اتہ گائے نہ ہے
 پر وہ چہ چہ چہ چہ چہ کہ سے
 تم کو چہ چہ چہ چہ چہ کہ سے
 کام وہاں چہ چہ چہ کہ سے نہ ہے

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ عشق غالب
 چاک کی خواہش نگردشت، مرانی کرے
 جلتے کا تیرے او، عالم ہے اگر کچھ خیال
 ہے شکست سے بھی ال غمید باب کہ تلک
 یکدم گر بہت مست ناز سے پائے شکست
 غم مارض سے لگا ہے زلف کا لغت نے غم
 وہ آنکے خواب میں جگین اضطراب تو نے
 کرے ہے قتل لگاٹ میں تیرا درد و نا
 دکھا کے جنہیں اب ہی تمام کر سکے
 پلاوے اوک سے ساتی جم سے غم شکست
 اسد غشی سے مرے قدم پاؤں چل گئے
 تیش سے میری تھک کلکش چتا رہتے رہے
 سر تک سر سحر او، نور عین دامن ہے
 خوش اقبال کی خوشی عبادت کو تم آنے ہو
 بھٹوٹا گا، ہریش اضطراب سے تنہائی
 ابھی آتی ہے وہ بات سے انکی نکت نکلیں گی
 کہوں کیا دل کی کیا حالت، جہر یا ہر غلب
 نظر ہے رشت لغت، بگ گوان نہم پہلے
 بھاس نعل میں کہ اتنی خوش و نا غالب

کو لگائے نہ لگے اور بچدے نہ بنے
 منج کے مانند دست پہل گر بیان کرے
 دینا دل کو زار دست گواہ مرانی کرے
 آجکین کو پر مسر من گروں بیان کرے
 سوسے ٹیٹ دینا ساغر کی مرگانی کرے
 یک غم منظر ہے جو کہ پریشانی کرے
 ولے لکھے پیش دل بہال تو اب تو دے
 تری طبع کوئی تیغ لنگو کو اب تو دے
 نہ دے جو پر سر تو نہ سے کہیں اب تو دے
 پیاد اگر نہیں بتا نہ دے شہر اب تو دے
 کہا جاس نے ذرا میرے پاؤں اب تو دے
 مرا سر پہ بائیں ہے سوانی بار بہتر ہے
 دل ہے دست دیا آفتادہ ہر نور بہتر ہے
 فروغ شمع بائیں طالع سید بہتر ہے
 شمع آفتاب صبح شہر تار بہتر ہے
 باری وہ کو خواب نہ لجا مار بہتر ہے
 کہ ہے تابی سے ہر اک تار بہتر قاب بہتر ہے
 غرور وہی آفت ہے تو دشمن نہم پہلے
 اگر گل سرود کے قاسم پہ پوچھن کہ پہلے

فریاد کی کوئی نے نہیں ہے
 کیوں ہوتے ہیں باغیان تو بے
 ہر چہ ہر ایک شے میں ڈسے
 ہل کھایو ست فریب سے ہستی
 شادی سے گزر کر خم نہ ہوسے
 کیوں رہا قح کرے بے زانو
 ہستی ہے نہ کچھ دم ہے غالب
 نہ ہو چھ سحر ہم ہر مست دل کا
 بست و غور میں تھائل طغیہ پیدا کی
 ہم رشک کا اپنے بھی گداز نہیں کرتے
 در پردہ انھیں خبر سے ہے دیباہ نانی
 نہ دامت و نہیدی ار باپ ہوسے
 کہ ہے بارہ تہاب سے کپکپاتی
 کبھی تو اس دلی شوریہ کی بھی داد ملے
 بچا ہے گرنے نئے تالیا سے جیل زار
 اسد ہے نیاں میں پل جی ظاہر اسے خدا
 کیوں نہ ہو چشم بکلی کہ تھائل کیوں نہ ہو
 مرتے تھے دیکھنے کی آئندہ نہ چاہی کس
 طاغیہ کی دیکھ نہ نے یاد آیا اسد

مار پاؤں سے نہیں ہے
 کر رہا گمانے نہیں ہے
 پر ٹھوس تو کوئی شے نہیں ہے
 ہر چہ کہیں کرے نہیں ہے
 اسی ہر وہ تو دے نہیں ہے
 غے ہے دیکھنے کی نہیں ہے
 آخر تو کیا ہے نے نہیں ہے
 کہ اس میں درجۃ الناس جو ہر چہ ہے
 وہاں لگو کو بخار کلاہ سے کہ ہے
 مرتے ہیں اسے شئی کی تھائل کرتے
 ظاہر کا نہ پردہ ہے کہ ہوا نہیں کرتے
 غالب کو بڑا کہتے ہو دھما نہیں کرتے
 عذاب و سدا سرگاہ چلیں ہے
 کو ایک مرتے موت پرست ہاویں ہے
 کہ گوش گل نم طعن سے نہ آئیں ہے
 تمام ترک ہماہب و دریا نکلیں ہے
 یعنی اس پر کا تھار سے ہے ہر چہ ہے
 دلتے ناگاہی کہ اس کا فر کا تھار ہے
 ہر شش فصل جاری شقیان کھڑے ہے

وہاں ہے دل اگر اُس کو بھرے کیا کیے
 یہ خدا کو آج نہ آئے اور آئے ہیں نہ ہے
 رہے ہیں گدہ گدہ لگا لگا نہ دست کاہ
 نہ کہ کر شکر ہیں سے رکھا ہم کو کزب
 بھگتے کرتے ہیں ہمارے ہر سبب مل
 نصیب نہیں ہے سر شش و فاکا کمال
 انھیں حال و زعم میں ہے کیوں نہ ہے
 مدد سے کمال میں ہے کیا کیے
 کہا ہے کس نے کہ غالب نہ انھیں لکھیں
 دیکھ کر ہر دم دامن انسان کے
 بن گیا تپتے ہو، بار کا سنگ بنی
 کیوں نہ ہو یہ لفظ حق میں کیا طرح ہے
 میرے غم تلے کی قسمت و نہ تم سے لگی
 بد گیسو رہتا ہے وہ کافر و ہر کا گنگے
 وہاں میں شور مچنے نہ دم لینے دیا
 وہاں آئے گا فاکے و کیا انداز ہے
 اس نشانہ انھیں مل باری وہ وہ
 وہی سرے بھائی کوئی نے نہ سیر تو تنگی
 یاد ہے شادی میں لگی ہنگام و ب کے

ہوا قریب تو ہو نامہ رہے کیا کیے
 قضا سے لکھا ہیں کس قدر ہے کیا کیے
 اگر نہ کہے کہ شمس کا کمر ہے کیا کیے
 کہیں کے ہی انھیں پہنچے کیا کیے
 کہ یہ کسے کہ کس پر نہ گزے کیا کیے
 ہمارے احوال کو ہے گھر ہے کیا کیے
 ہمیں وہاں سے طبع نظر ہے کیا کیے
 ہم سے متاع ہنر ہے کیا کیے
 سوت اس کے کہ تھوڑے سر ہے کیا کیے
 گنگی رہا ستنی سیری مریانی کے
 مریاں کیا کیا ہانک چکر و پانی کے
 جاتا ہے اگر چشما سے نہ پانی کے
 بکھ دیا زندہ اس پہ پانی کے
 اس قدر ذوق ہے نہ ہرستان کے
 لے گیا تھا گریں ذوق حق آسانی کے
 تم نے کیوں لکھی ہر پرے لکھی جانی کے
 پھر ہر ہے کدو سولہ لالہ ان کے
 یہ نیا نکتہ ہے غالب چستان کے
 شہزادہ ہوا ہے خندہ نوا کے

ہے زبانی میری

ہے کلمہ خاطر دہستہ در دہن سخن
 یارب پس مشکلی کی وہ کس سے چاہیے
 ملیجے شکستہ وقت اسے سرت کیا کہیں
 دل لگا کر آپ بھی غالب بھی سے کہنے
 حضور شامیں دل سخن کی آواز میں ہے
 قد و گیسو میں قیس کا کہن کی آواز میں ہے
 کس کے کہن کے ہاتھ کا تھلائی ہے
 نسیم سحر کا کیا ہر کنہاں کی ہوا خواہی
 وہ کیا ہر میں دیکھ نہ کہ چکر غافل تھے
 ہے دل کی ہر تیرا چاہا بلکہ ہر ہر
 میں کہ نہ خود نہ تار کے ہر جسے میں کہانی
 غراوے دل بہتہ وقایہ سے کیا حال
 نگہ و چہرے میں بہتہ نہ ہر تیرا کیجیے کیا ہو
 وہ آئیں کہ نہ مگر وہ کہ نہ آئیں غالب
 کہن کی ہر اس کے ہی میں گرا جائے ہے کہ نہ
 خدا یا خدا دل کی گرا تا جسے آہنی ہے
 وہ وہ اور میری داستان عشق طوائف
 اندر وہ بہ گمانی ہے اور نہ بہ توفانی ہے
 مگر کہ نہ آئیں کی کہ کیا ہو

قفا طغرل فضل و جہد غاڑ کتب کے
 رنگ آواز میں ہے نہ زانوئیں کی اب کے
 آواز سے ہے شکستہ آواز مطلب کے
 عشق سے آتے تھے رنج میرے سبب کے
 ہمیں ہی فاق غدا میں کہن کی آواز میں ہے
 جہاں ہم میں ہوں اور میں کی آواز میں ہے
 ہر زانوئیں سے کھینچتے ہیں کی آواز میں ہے
 اسے آہستہ کی ہر جسے میں کی آواز میں ہے
 مشکب و صبر دلی نہیں کی آواز میں ہے
 غرض شہد بہتہ نہ کہ گل کی آواز میں ہے
 وہ تار میں میں شیخ و رہن کی آواز میں ہے
 گریہ تار زلف پر شکس کی آواز میں ہے
 اچھی تو گمانی کام و وہ میں کی آواز میں ہے
 نئے مشکب میں یہاں ہی کہن کی آواز میں ہے
 بغاوتی کہ نہ اپنی بار شرا جائے ہے کہ نہ
 کہ نہ کھینچتا ہوں وہ کھینچا جائے ہے کہ نہ
 ہمارے شہر قاصد بھی گھر جائے ہے کہ نہ
 نہ پچھا جائے نہیں سے نہ ہوا ہے ہے کہ نہ
 کہ وہاں یہاں یہاں بار شرا جائے ہے کہ نہ



آدم پرانک چہرہ خیل ہے غمہ سنج مژنی سی اک نمبرہ زانی چوئی

خلعت بر طرست نظار کی بریں ہی کی
 برے نہیں ہواں ہی پہلے نیر و مشق میں دلی
 قیامت ہے کہ ہر دستہ ہی کا ہم سفر غالب
 فریاد کہ مشق کا شاہنشاہی عیادت ہے
 نہ جانوں کہیں کہ شے ہی طعن بدھائی
 بوجی و کتاب پر جس تکب حلیت سے تلوڑ
 وقا متقابل و دو اسے مشق سے بیدار
 و فراتنا ہیں کہ اگر تو دم میں چلو سے چکے
 کیا عجب ہے کہ اس کو روک کر آج سے دم
 نہ نہ روکھو سے نہ روکھو پر بہتاد فر عتاب
 یاں تک میری اگر تندی سے نہ خوش ہے کہیں
 بازید و اطفال ہے نہ تیار سے آگے
 کی کہیں ہے نہ تکب یوں شذیک
 جزو نام نہیں سورج عالم کے ستار
 ہر تارے نہاں گراں میں مہر سے چرنے
 مست ہو چکا یہاں چھوڑنے دیے
 ی کہتے ہفتی کی تلوڑاں ہیں کہیں لپٹ
 پھر دیکھ انداز گلے نہت علی گیار
 غریب کا کاس گندہ ہے میں نکلتا تلوڑ

اور کھا جائے کب و کچھ کھا جائے کہتے
 نہ بھاگا جائے کہتے نہ نظر جائے کہتے
 نہ کافر نہ خدا کی دوسرا جائے کہتے
 کٹاؤ و بست مرثیہ سبیل پر دست ہے
 تھے کہ آئینہ بھی درطو عادت ہے
 نگاہ مجر سر پر رشتہ دوست ہے
 ہوتی سائنہ و فصل گل قیامت ہے
 سیراز نہ روکے کہ اگر کوئی بستہ دست کے
 وہں تک کہ کسی چلے ہے چہ چارے کے
 کہوں کہ ہر روز آٹھیں ہی ہکھوڑے کے
 دھن گری ہفتی تو تانے میں کہوڑے کے
 ہر تارے شب و روز کا شہر ہے آگے
 اک بات ہے اچھا ہر سارے کے
 جزو نام نہیں کہیں کشتی بارے کے
 گشتا ہے میں تکب پر دربارے کے
 تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا رہے کے
 جھٹکا چہ تارے از سب سارے کے
 نکلتے کوئی دروازہ مہر رہے کے
 کہ نکلیں انام نہاں کارے کے

یہاں کے گلے چہ وہ کہتے چہ کہ کر
 عاشقوں پر شوق نری ہے (۱۶)
 لڑائی کشیدی دہاکی لڑائی باؤں پائے
 چہ دہریں کہ قلم غن کاغذ میں ہے
 اگر آواز خوشی میں لکھیں برآں ہے
 ہوا پڑا ہم شربت ہم راز ہے بڑا
 کسوں و حال تو کہتے ہر زمانہ کا کہے
 زکیہ میں سے ہر دم کہ ہم سنگریں
 دیکھیں شرمسیر ہاں میں برب آفریاں سے
 نہیں فریاد راحت ہر امت پر کیاں
 ہر آدمی ہے اس کے زخمی سینے
 کہیں حققت ہاں کا ہی مرض کہے
 کہیں نکابت رنج اگر اس نہیں کہے
 رہے زبان تو قحالی کو غن ہمارے کہے
 نہیں لگا کر گفت زہر کا تو ہے
 نہیں ہمارا کو رحمت زہر ہمارا ہے
 سوز جگر کا ہے ہاں کا غالب
 روئے سے ہر عشق میں ریاک ہو گئے
 عرب ہمارے سے ہر نے غارت سے گئی

کہیں وہ کہ چاکریت مرے آگے
 ہنوں کو زنا کئی چہ چلے بہت کے
 انی شب ہجروں کی آست ہر سنا کے
 آگے میں دیکھے کیا کہیں سنا کے
 رہتے وہ میں ساغر و سینا سنا کے
 غالب کو پڑا کہیں کہ چہ ہر سنا کے
 نہیں کہوں کہ ہر دم میں کہ تو کیا کہے
 کہے تو فاسد کہ ہر کہے کہ ہا کہے
 لگا و تار کہ ہر کہیں نہا شتا کہے
 وہ زخم تیغ ہے میں کا کہ دگشتا کہے
 ہر سنا کے اس کو نہا شتا کہے
 کہیں مصیبت ہاں سنا کہے
 کہیں نکابت رنج ہر کہے
 کہے زبان تو غن کہ ہر کہے
 وہاں رشتہ رشتہ ہاں کہے
 خواست ہاں وہ غریبی ہوا کہے
 خواست کیا ہم وہ ہوا خا کہے
 دھوئے گئے ہر ہاں کہ ہر کہے
 تھے وہی وہ صاحب سوچوں پاک ہو گئے

دوسرے دیر کو رہنے آوارگی سے تم
 کتابے کوں آلا بیل کو بے اثر
 پڑ پچھے ہے کیا ہوا دم زلی شوق کا
 کرتے گئے تھے اس سے تھائل کام کو
 اس رنگ سے اٹھائی کفن نے اس کے کفن
 نشا تھا اب رنگ و سار ناست عرب
 ہشتیست کہ کیا ہر کم کر نہ ہم پیش دوست
 عرض باز شوقی و دل اس پر اسے خند ہے
 ہے دم میں چسب کو جھوٹ انجام گل
 کھلت خورشیدی کو کیشش پرتائی سسکا
 سوزش باہن کے ہیں ایسا بنگر و نہاں
 شمس کے پردا طرچہ رخسار جلوہ ہے
 بکا کھلاستے آگنی رنگ تھانا بافتن
 بیب تک وہاں زلم نہیبہ کہے کوئی
 عالم نثار و شبت ہمنوں کے سسریر
 افسرو کی شبنم طرب انسا سے نکلات
 نہ دے سے اسے نایم حالت ذکر دے
 چاک جگرت ہے سو پرستش خندہ ملی
 لعلت جگر سے ہے کہ بے پند شامی

ہارے طبعوں کے تو چاکاک ہو گئے
 پردے میں گل کے کاک جگر چاک ہو گئے
 آپ اپنی آگ کے شمس و شاک ہو گئے
 کی پستی نگاہ کو ہنس خاک ہو گئے
 دشمن بھی میں کو دیکھ کے فضاک ہو گئے
 شیشائے سرو سبز پر ہنس پرت ہے
 داس تو میرے لئے کو بھی اقبال خور ہے
 دھو سے جھپٹ ایسا پ ہائے خند ہے
 یکسر مٹاں زانو تامل و وقائے خند ہے
 درد و دھن و دل افشردن پائے خند ہے
 دل بھولا کر وہ لب آسٹھائے خند ہے
 آئینہ زونے فکر آستہ راج جلوہ ہے
 پر شمشادگر و بدافشردن راج جلوہ ہے
 شکل کو تجھ سے دامن واکرے کوئی
 کہ تک خیال طرچہ لپٹے کرے کوئی
 اسی و دین کمال میں گوا کرے کوئی
 آخر کبھی تو خندہ دل واکرے کوئی
 کیا خانہ کو بیب کو دوا کرے کوئی
 آہنہ باغبانی صبر واکرے کوئی

ناکامی گماں ہے برقی شکوہ سوز
 برنگ دلشت ہے مروت کبرگشت
 سرور ہوائی نہ ہوا صبر آنا سے کر
 ہے دلشت طبیعت ادیب اور اس نیر
 بیکھری منوں کو ہے سرچشمہ فاضل
 من زور غشخ من دور ہے اسد
 این سرم ہوا کرے کوئی
 شمع و آئین پر مدد سی
 پال پیچہ کڑی کان کا تیر
 بابت پردہ زبان کنتی ہے
 یک رہا ہوں منوں میں یکایک
 نہ سوز گریز کے کوئی
 مدد اگر جلا چلے کوئی
 کون ہے وہ نہیں ہے حاجت
 کیا کیا غرض نے سکنت سے
 بہ تو غشخ میں کوئی غالب
 بہت سی تم گیتی شرب کم کیا ہے
 شادی طوطہ دلی جان غشخ کم کیا ہے
 من میں مدد غالب کی آخر نشان

تو دور نہیں کہ تم کو تاشا کرے کوئی
 قصاص نہیں ہوں سے ہوسا کرے کوئی
 خست کس کو تیری تشار کرے کوئی
 یہ دور وہ نہیں کہ نہ سپدا کرے کوئی
 بہ اتھوٹ جان بلی پر کیا کرے کوئی
 چھٹا الگو ہستہ پیدا کرے کوئی
 میرے ننگ کی دہا کرے کوئی
 ایسے قافل کا کیا کرے کوئی
 دل میں پیچہ کے جا کرے کوئی
 دہا کس دہا شنا کرے کوئی
 بخود کے خدا کرے کوئی
 نہ کھو کر بڑا کرے کوئی
 بخن دور گر غشا کرے کوئی
 کس کی حاجت دا کرے کوئی
 اب کسے رجا کرے کوئی
 کیوں کہیں کا لگو کرے کوئی
 غلام سالی کوڑیوں جھک کر کیا ہے
 رقیب بہت مگر غلط تو خر کیا ہے
 جس بہت کم کیوں نہیں پڑ گیا

باغ پاکر شکستہ دہاتا ہے کے
 جبر تھا اسرشتہ ویر مسدوم
 تمام جاناے شکست دل ہے
 تار سوز یک عالم ، عالم کھٹ خاک
 زندگی میں تو وہ فصل سے غائب ہے
 مدنی ہوئی ہے کوئی شریار کی
 جہاں کے کھٹنے کے لئے نہیں لانا
 شکستہ خیر ہی پر کھٹیں کم لے
 جڑوں خاکیں ہی کہ ہر طرف ہوش و دم لے
 فتنہ کیوں یہ فتنی کیا رنگ ان کی کوئی
 تھا غصے آدم کا سنتے آتے ہی کیوں
 ہر کھل جانے تمام تیرے قامت کی سوزی کا
 گھر کھولنے کوئی اس کو خاتم سے کھولنے
 ہوئی اس قدر میں منسوب مجھ سے ہوا قشامی
 ہوئی میں سے توغ سنگلی کی وہ دانے کی
 جنت میں نہیں ہے فرق جیتے اور مرنے کا
 کس بھاد کا اور دوزخ غائب ہر کھل کا
 کہ کے ہیں ہر عالم اگر صبا یہ جانے
 بھٹا مانگ اب یہ ہے نہ ہی غص

سائے شاخ کی اخی ٹکراتا ہے کے
 ہوں میں وہ ہنر کوئی لگا گیا ہے کے
 آواز خانے میں کوئی لے جاتا ہے کے
 آس پاس قری قری کھڑا ہے کے
 دیکھیں اب رنگے پر کن غائب ہے کے
 جتا سے کیوں نہ خاک سیر ہو کر کی
 فکریں میں کیوں خود نہ ہوا زار کی
 لیکن نہ کھائے اگر وہ ہے ہمار کی
 بہت لے سے اس میں ہنر ہی کم لے
 وہ نہیں وہ چم تیرے ہر میں دوسم لے
 بہت ہے اور ہر تیرے کہ ہے سے ہم لے
 ہر اس حق پر ہیچ دوسم کا ہیچ وہ لے
 ہوئی ہیچ اور کھڑے کھن پر نہ کہ کھڑے
 ہر انا وہ نہاد ہر ہنر میں ہر ہنر لے
 وہ ہم سے ہی نہاد ہنر سے ہیچ سہ لے
 اسی کو دیکھو جیتے ہیں میں کا وہ لے
 ہر انا ہنر ہی کی وہ ہر انا کھڑے لے
 جہاں سے شری جیتے کیا ہنر لے
 از سر نو زندگی ہو کر رہا ہر ہنر لے

مستی جنونی فحشیت عاشقِ خاک ہے
بُزرِ نجمِ آبی نازِ نہیں دل میں اک
جوشِ بند ہے کہ نظرِ آفتابیں
بہ چہرے کی عشق کرتی ہے گمراہ، جنابانی
آؤ مددِ خواہیں مہرِ شاپ ہے
بہم ہے دشتِ کدہ ہے کہ کی شمعِ کاک
نخلی رہی تاشائی نیرنگِ کشت
سیاہی ہے گرائے دمِ عجبِ کاندہ
ہمِ بادیِ حیرتِ ماہِ عرشِ یکِ فلک ہے
طعنِ بدلتوں ہے ہلاکتِ زلفِ بقیہ
نہی نہ کثرتِ قم ہے تھکتے کیسے شادی
دل میں نقدِ عاشق ہے گرسوا کیا چاہے
قمِ غمِ غمِ دہریں پر دہریں دے عاشقِ کد
خوشیوں میں تاشائی کشت ہے
قلمِ علیِ طوالت ہے جنتی ہے طہم
نہاچہ سنا عاشق سے لبِ بچہ گما
ہر باہیم شاد کہ کزِ بیدار ہے
کہا کہ رخِ جود ہے عجبِ کشت
ہے تاشائی علی ماہ ہے طوالتِ شوق

دل دمی درود بتا نہ طاہریت
 چھوٹے چہ خیم آؤں بگوں پر آب
 علی آپری ہے وہاں دلہ کی مکے
 بھر دوسرے دایہ نہیں گونگا
 تھے غریب یک ایک سر پر آتشیں
 دل متکنا خبر دس سر پر ہی یہی
 غفلت کل مراد سہ نہاں شکا
 آئینہ کیوں نہوں کہ آتشا کیوں سے
 سر نہ دیکھا ہی جہم خیال ہی
 پھر تھا جس سے کوئی استی میں نے نہا
 سر پر جہم دروہ مستی سے نکلیے
 چہ خیم تریں سر پر دروہ سے نہاں
 دیکھ کر ہے غفلت گھاسے پیش کو
 غالب بنا نہ ان پر دھارے کے
 خیم جہم آؤں دروہ غافل زہا ہے
 دل میں نہاں لکھن سر پر دروہ
 شعلہ سے لہتی ہیں شعلہ سے ہر
 نکال ہی تریں ہے دہشتی کہہ باقی
 فری کہ فاکٹر دہشتی نہیں لگا

نظارہ کا منتظر ہر ہر بیکار ہے
 فتنہ مندی کے لئے دور پر ہمارے
 وہ آئے یاد آئے وہاں تھا ہے
 ہر فتنہ کے قادیان الی و قادیان ہے
 غفلت کو آؤں تحصیل ہمارے
 لہ ہے دماغ آؤں نکال دہ ہے
 لہ کرک گھس گھس کیا تھا ہے
 جیسا کہیں سے آؤں کہ جیسا کہیں سے
 گھس گھس گھس گھس گھس گھس
 ہفتی تھکارت گھس گھس گھس
 وہ ایک شعلہ جگمگ کر گھس گھس
 شوق ہنس گھس گھس گھس گھس
 صبح ہمارے ہنس گھس گھس گھس
 ایسا ہی کوئی ہے کہ ہنس گھس گھس
 دماغ دل ہے دروہ غفلت گھس گھس
 آؤں جہم گھس گھس گھس گھس
 ہی کہ غفلت گھس گھس گھس گھس
 آؤں جہم گھس گھس گھس گھس
 اے غفلت گھس گھس گھس گھس

فتنے خری مغرور کیا داشت دل کہ
 بجوری در صفا سے گزشتاری صفت
 سلوہ بر حال خمیر میں گزشت
 لے تو غرور شیریں تاباں دھری
 تاکہ گناہوں کی بھارت کی بھارت
 چکاگی صفت سے چال نہ ہو غالب
 تھوہ قریب و شکیں خصلت کو نور کی
 تک فرچکس کن میں کہوں بناؤں
 واسطہ نہ ہو کسی کو چاہ سکے
 ازانہ سے مشرق میں نال گزشتاری صفا
 اندہ ہمار کی ہے جو دلیل ہے ندرت
 کہ میں نہیں ہوں کے کھلے تے قریب
 کیا فرض ہے کہ جب کو بیک ساوجب
 گری ہی کام میں دیکھن : اس قدر
 غالب کو اس طریق کے ساتھ نہیں
 تم کہانے میں ہوا اولی نام کام بہت ہے
 کہتے تھے ساتھی سے ہوا آتی ہے وہ
 سے نیر کاں میں ہے نہ مستیاد کیری
 کیا نہ کہ ہواوں کو نہ ہو کر میرے برائی

مشرقی ہے جو مکی طوطا ہے
 دست نہ تنگ اندہ میں تھا ہے
 نیچے حق آئینہ تصویر نا ہے
 ساتھی کی لہجہ ہم بھارت ہے
 باب گری کہ گناہوں کی بھارت ہے
 کوئی نہیں تیرا قریب جان خدا ہے
 قسمت کھلی تے قدر تے سے غور کی
 بڑی ہے لکھ تیرے شہدوں و غور کی
 کیا بات ہے تھاری غور کی
 گویا ہی مشرق نہیں تھار صبر کی
 اذنی ہی تک غیر ہے زبانی طور کی
 کہے سے ہی تھوں کہ بھارت ہے غور کی
 آؤ : ہم ہی مستیاد کریں کہ غور کی
 کی میں سے بات اس سے کھلتے غور کی
 جی کا خواب نہ کہوں کا مشق
 یہ سچ کا کام ہے کے گناہ بہت ہے
 ہے تھوں کہ کھلے تھار تو جام بہت ہے
 گشتی میں جس کے کھلے کام بہت ہے
 بادشاہی میں کی طبع مستیاد بہت ہے



چاندی ہے پر کسی کو اتالی ہی گاندی غور سے تیرا دشتا مرگاس کے چوے

پھر ہی میں چکا کہ وہ کسی کے لئے رہی
 ہی نمودار تھا ہے چوڑی خوشک اٹھان
 غالب میں پھر کہ چرواش انگارے
 نوید میں ہے یہ ہم دوست جاں کے ہے
 ہر سے اگر مرزا پارٹیشنہ نون ہے
 وہ زخمی ہم ہی کرنی دوستی میں غن
 رانا میں بھی میں رہتا ہے آفت رنگ
 ملک نادر کے اس سے ملے کر میں ہی نہیں
 مثال نہ مری کہ پیش کی ہے کہ نیا کسیر
 گمیر کے وہ چپ قلمری پر شاد آئے
 بددشوق نہیں قلمیہ شنگ سے قزل
 وہاں ہے غن کہ میں آئے شکر رنگے
 نہاں ہے پارٹیشنہ ایسا کہ اس کا نام آیا
 ضمیر دوست وہی اور زمین رفت رنگ
 زمانہ صوری اس کے ہے کہ اگر پیش
 ورق تمام ہوا اور ذبح آتی ہے
 اوسے خاص سے غالب ہوا چنگ سزا

سرور ہر دست در ہاں کے ہونے
 دیکھ ہی تصویر میں اس کے ہونے
 بیٹے ہی ہم تینا طوقاں کے ہونے
 رہی نہ رستم کرنی اس کے ہے
 نگوں کہ اپنی ہی ملکوں خوشک کے ہے
 نام کہ چرواش مستر ہاویں کے ہے
 ہائے جاں ہے وہ تیری اک جاں کے ہے
 دراز دوستی تامل کے اس کے ہے
 کہتے خاص میں فراہم شکیاں کے ہے
 اظہار آف کے قدم میں نے ہاویں کے ہے
 کہ اور چاہیے دوست مرے جاں کے ہے
 بنا ہے پیش جمل مسیحاں خاں کے ہے
 کہ میرے غن نے ہر سے مری نہاں کے ہے
 بنا ہے پہنچ ہر میں کے آستان کے ہے
 پیش کے ہر تارے اب آستان کے ہے
 طیند چاہیے اس کسیر ہیکل کے ہے
 سوسے عام ہے ہادی لکھ داس کے ہے



قصہ

سادہ ایک قدغیر لمبی جوان سے بیکار
 سستی اور صبا سے بے مرض بنو
 سنو یہ دھارندہ کی شین لان چنگ
 سستی اور سے کھینچا رہے ہے صحت
 کہ اور محراب سے موسمی شوق لبہل
 کہنے بے فنی ہر صحت کو گویا قیم
 کاٹ کر کھینچے تاشی قربانہ زوال
 کہنے ہر چنگ گھوس خدہ ترقی پور
 یکسو سے ہر گھر گزرنے سے گھین
 سوچ گئی زوالہ ملک تکانہ لہذا
 کہنے گزری اندیشہ میں کی تصویر
 صل سے کی ہے ہفتہ نوزاد چہ شد
 وہ شمشاد و کرم کی ہے تصویر
 خاک لہذا کرم خم و خم شمشاد
 ہر زوالہ میں کی تصویر شد لب لب
 صل کی خدائے کرم صل سے کھانہ

ساجہ کلاں میں داغ سودا سے بہار
 ہفتہ شیش کے جوہر بھی کسار
 تازہ چرخہ مانی صفت لکھنؤ
 کوہ انارکلی پر گرجے وہ ملک لکھ
 عالم گلابیدہ ہستی خدا کی تصویر
 سلاشت اور جاس اور یک سلافت
 قوت تاجش کر بھی نہ چھ لکھ
 دہم پر کھنڈ آتش نہ، طاووس لکھ
 بھول یا یک قویع باور، جانی لکھ
 گم کس کوش بخا نہ، گر نہ لکھ
 ہنر شل غلامی سے نہ غلام لکھ
 غلامی بہنو کسار سفر بیا لکھ
 چشم پہلی رنی کتاب شیش دید
 شیش کویش ذلیل سا چاہے سار
 شیش جوت صفا کس کی بجی حد
 دہرے کھنڈ ہلی دی سے بھر

خاک محوئے خاکت و غیر سیر فرقا
 دزدان سرگردا غور شبیه کو آئینہ کار
 آفرین کو بچاں سے شب بستی باز
 فیض حقیر سے پیش بختی باز
 شکل حقیر کیسے آئینہ خانہ بہار
 تیری اور کے غم سے چائے لکھیں
 ہم ہمدست کوثر آفتابش دم توثر باز
 من ہی تیری نعلی روز رخت دہی
 جو ہر دست دعا آئینہ سنی تاثیر
 مراد سے ہر روز خانہ اقبال گاہ
 دشمن کی بلی کو ہر طرب ناز ویر
 دینہ تامل سپہ آئینہ یکہ تو شوق
 دیر روز جلوہ یکستا آبی مشوق نہیں
 بیولی اسے تاشاکر نہ جوت ہے تعلق
 ہر نہ ہے غمخیز و ہم راستی و ہم
 غمخیز سنی ہر طیارہ غرض صورت
 انہو دانش خط و طبع ہمدست ملام
 خلی مشرق و قباد بدست تسلیم
 عشق چلی شیرازہ اور کائے عمار

ہر شمع قرین قدم آئینہ بہ نسبت دیدار
 گردن شست کی امید کو احرام دیدار
 غرض غیاث ادا کا ہے ہر سبب ایجاد
 دل پرورد چا ناں ہر دلیل گھوار
 لوقی جلوہ کے تیرے چہلے دیدار
 سبک اختر میں جو تو مرزا گوہر باد
 ہمہ دست کوثر سے جھلے سے منتظر
 ہمارے تیرے جلیں بلانہ جلیں فرما
 یک طرفہ غرضی ہو گلیں دگر سو غم خوار
 خاک و دگر کی تری جو چشم دہر آتش و
 غرض غیاث ادا بیدار ہو طلق دیدار
 فیض سنی سے خط سطر راہم سرشار
 ہم کہیں دے گزمن نہر کا خودی
 یکس پاسے تاشاکر نہر پاسے دہریں
 لطف ہے آئینہ فرق جنوں و انجلیں
 سخن حق ہے سبب بیاں ذوق تمہیں
 نزدیک سفر قنط ہے ہم دنیا و چار
 صورت عشق مست دم خاک ہر حق انجلیں
 اہل رنگار بچ آئینہ سبب نہیں

کو کجی اگر سستہ مرزد و رطب گاہ و قریب
 کس نے تو کجا تھیں دلی دعا آتش فیز
 سابع نذرنا اقلی بساں ہیں بیکس
 کس تقد ہرزد سراہوں کہ عیادہ باندہ
 تھیں اولی گناہے خانہ بدلیں تحریر
 مقرر فیض خدا جان و دل مستمتر
 ہو وہ سب دانا دیوانہ جہاں گرام خرام
 جہاں ہر روز تھیں قدم شاکر ہیں جا
 نسبت ہم سے اس گناہے نہ رونا کہ ہے
 فیض خلق اس کا ہی مثال ہے کوئی نہ سا
 بڑی تیج کا اس کی ہے جہاں میں گرا ہوا
 کفر و داس کا وہ جہاں ہے کوئی نہ نے
 جہاں پناہ دل وہاں فیض پناہ شادا
 ہم ملکر کتے وہ کشیں و خیر خیر
 کس سے ملے سے تری میں فیض واجب
 آستان ہے تو سے جو پائے سنگ
 تیرے دے کے ہے سب سب تار تار
 تیری رحمت کے پھول لای جان گاہاں
 کس سے ہو جکتی ہے خدای صوبہ مستدا

بیستوں آئینہ لایب گر این شہر
 کس نے پا یا اثر آواز عاصی عوی
 نہ سراہے سستارین نہ دلیغ غوی
 یکہ حکم نہایت کد سب دستار انگیں
 یا علی عرض کر اسے طوط و ساساں
 قتلہ آئی تھی کہ کسے اصحاب و قبیہ
 برکت خاک ہے وہی گناہ خیر و زری
 وہاں کت خاک ہے انہی وہ عالم کیانی
 وہاں آشت ملک غم شستہ آواز
 برکت گل سے غلے دایب و عوا گناہ
 قطع ہو ہائے سر پر شستہ دیوانہ کیس
 رنگ عاشق کی لعل راتی خفتہ آہو
 ہی ختم نزل تو ہے ہفتا سے تھیں
 ہم چاہی کو ترے تاجین فرشتہ گیس
 شعلہ شمع مگر شمع نہ باندہ سے آئیں
 رقم بندگی حشر ستہ جبرستہ ایس
 فلکیں کو دلانے دیے جان دلی دوی
 تیری نسیم کر ہی لعل و حکم دستہ دایس
 کس سے ہو جکتی ہے خدای تبارک و تعالیٰ

میرا ہاں کو بر تو ہوا سے ماہ
 تجھ کو کیا پارہ دوشتاسی کا
 جانتا ہوں کہ اس کے بغض سے تو
 ادھر اپنا تاب بن نہیں کون
 میرا جانا بشتا صاف ہے
 ہے بلکہ آواز دے بخشش خاص
 ہوا کہ آئے گا جسکو فرخ فرخ
 بسکہ چہ ہست آں شکل
 جیسے بر تو سے ہوں فرخ فرخ
 دیکھنا میرے آفتاب میں ہر روز
 پھر فرخ کی روشنیوں میں لگا
 زہر منہ کر چکا تھا میرا کام
 تھے ہی ہر گھنٹوں میں چہ چاہوں
 ہر کیا ہی غیبت ہے
 کہے میں جا بھلاؤں گے تانویں
 اس حق کا ہے زور یہ کہ تقد
 ہر سو پہ میں ہی کو ہے انکار
 پھر آہوں کہنی کو خدا آئے
 کہ چکا میں تو سب کہ اب تو کہ

قرپ ہر روز ہر سبیلی وہاں
 ہر قرپ عیب ہر وہاں
 پھر سنا چاہتا ہے اوتار
 بلکہ آگیا دانت دے گا تو ختم
 اور کے ہیں دین سے کیا کام
 گئے ہے ہر سو دست ہاں
 کیا دے گا کہے ہے حکم
 کہنگل قطع تیرسری تیری کام
 کہے دھکے دھن و نظروں ہاں
 دین صورت کا اک ہر وہاں
 تو ہی ملیں چاہتا تھا کام
 بلکہ کہ کسی کے کس کہ ہر وہاں
 غم سے جب ہر گئی ہر روز ہاں
 کہ کہیں وہ لذت ہشتام
 اب تو باغ ہاں ہے ہر وہاں
 پہنچنے لی ہے میں سے کہوں کام
 دل کے پھلے ہیں دین کو تھا ہر وہاں
 کہیں دیکھوں وہ غالب ہر وہاں
 تھے پری ہر وہاں یک ہر وہاں

کوں ہے جس کے در پہ نامید سا
 تو نہیں جانتا تو مجھ سے سخن
 قبلہ پیشم دل و پاہی شاہ
 شہسوار طہریت انصاف
 جس کا پر قسمل صورت اہلاز
 بزم میں سیسہ زانی جیسو نام
 اسے تو خلعت زندگی فرسدا
 پیشم ہر دور فرسدا مشکو
 ہاں تاروں میں تیرے قیصر نام
 وارث تک پہنچتے ہیں تجھے
 نذر بانڈ میں مانتے ہیں تجھے
 مر جا تو خوشگانی نام رک
 تیرا تیرے حیرت فریب چوت
 دھکا کر رہی ہے کیا دم بند
 تیرے قبل گریں جنت کی صدا
 بن صورت گریں میں تیرا گزر
 اس کے مضروب کمر و حق سے
 بہ قتل میں بکشتہ پذیر ہوئے
 ہر حق اور حق میں یہ گلشن تھا

ہی سر و سرور نہ ہوا و ہر شہام
 نام پرست اپنشت بلند مقام
 نظیر سوزا بسا دل و انگارام
 نویسا ہر صفت شہام
 جس کا ہر قول حسنی اللہام
 دہم میں لاسنا و دستم و سام
 اسے تو حمد و ثناء فرماں
 وحش اللہ مارستان اکام
 برد لوہی میں تیرے سر شہام
 لہجہ و شور و سرور و ہرام
 گئے۔ گور و و شہام و رام
 آنسو میں آہاں ہر کام
 تجھی کو تیرے ہی تجھی غم زہام
 برقی کوہ سے ماہی کیا اعزام
 تیرے پیش بک ملک کھانا
 گرد و گشت ہر دستگاہ نام
 کہیں نمایاں ہو صورت و مقام
 صفائے لیسال و ایام
 بجا نشہ رنج ہوئے نکام

یکدیگر داشت ابدی کو ماضی کشش
 اسدی کو کمال گیب کو کیس
 حکم آفاق یکساں کیا کر بکھیس
 آتش و آب و باد و خاک نے لی
 میری نشان کا نام نرسد و نہ
 تیری توحید سلطنت کو بھی
 کاتب حکم نے برپہ حکم
 ہے اہل سے دروہ نے افکار
 صوم و دروہ نے غار یکساں
 نرسد و نہ کے ابد و نہ
 وہی حق یکساں کیا ہی خود
 زنی کا یکساں کو غارت نے ہی کہ
 سچ گوئی پر پڑا غارت کو
 سچ آیا جانب مشرق کو
 حق مکر بندی کیا جب دروہ
 اے مائی نے جہاں کے لیے
 بزم سلطانی جونی آراستہ
 تکیہ داریں میری تابلی سے سوا
 شام و شوال ہندو شکر ہے
 یکساں با عاشق کو دشمنی کام
 گنبد و نیز گرد و نیلی خام
 نال کو داند و زلف کو دام
 دین و سود و غم و دم و تمام
 جو تابی کا نام محمد شام
 وہی نہ مستور صورت پر کام
 اسی شمس کو دیا مسدود
 ہوا یکساں سبائی اہام
 میری جانب کا خطر کسا
 شب کو خفا یکساں یکساں
 سچ کو داند و زلف کو دام
 دین و سود و غم و دم و تمام
 جو تابی کا نام محمد شام
 وہی نہ مستور صورت پر کام
 اسی شمس کو دیا مسدود
 ہوا یکساں سبائی اہام
 میری جانب کا خطر کسا
 شب کو خفا یکساں یکساں
 سچ کو داند و زلف کو دام
 دین و سود و غم و دم و تمام
 جو تابی کا نام محمد شام
 وہی نہ مستور صورت پر کام
 اسی شمس کو دیا مسدود
 ہوا یکساں سبائی اہام

وہ کہ جس کی صورت گویں میں
 وہ کہ جس کے آئین کا دل ہے
 چلے وہ را کا گل آیا ہے (۱۲)
 رہتا سوئی کی جاں لڑے
 تو میں نہیں ہے وہ دل کی کرب
 عشق پاکی صورت میں اور غریب
 بھر فیض تربت سے تار کے
 وہ کہ تھکے ہیں تھکے لیکن ہر کی
 قتال دہشتہ عقل ہے مجید
 بی سنی کی دکھاؤں کا ہمار
 ہر وہی گرم غزل فدائی عشق
 تلخ میں بٹھا رہیں ہیں ہر کہ
 ہم پکاریں اور کھلیں کون چلے
 ہم کہ ہے اس دازن دلی پر کہ
 دلی دلی پر بھگتا قدور
 اتھ سے کھنکھی کہ بہر تلک
 منت کا کہی کہ ہر اسے بدت
 سوز دل کا کہی کہ ہے ہر کہ
 تے کے ساتھ آگیا ہر کہ

مقبہ لہجہ و جنت و ترکہ
 عقدہ اکلام غیب کہ
 اس کے سرنگیں کا بہر کہ
 وہ کہ ہے ہر اسے کہ
 خان سے وہ نہوت ہر کہ
 ڈکے جنت کا کہ
 منصب مراد مراد کہ
 سیری ہر اسے کہ
 جس کے کہ کہ کہ کہ کہ کہ
 جس سے گشت اپنی کہ
 لوگ ہر اسے کہ
 کاشکے ہر اسے کہ
 بار کا وہ کہ
 دوت کا کہ کہ کہ کہ کہ
 زخم لیکن ہر اسے کہ
 کہ کہ کہ کہ کہ کہ کہ کہ
 دہری میں ہر اسے کہ
 آگ ہر اسے کہ کہ کہ کہ کہ
 وہ کہ کہ کہ کہ کہ کہ کہ کہ

دیکھ کر غالب سے گراہم کوئی
 پھر بڑا سخت طرازی کا لیاں
 غائب نے اپنی طبیعت سے مد
 خون سے صحن کی دینے کو
 مرکا ناپا پس منجھو بڑا کھ گیا
 ہواش کا نام دیتا ہے غلب
 بیکوڑ کا جو ہے دوشاس
 شاد کے آگے دھڑا ہے آئند
 ملک کے ورث کو دیکھ خلی نے
 ہر شے کے کھانچ ہاں تک نام ہے
 فکر بھی پرستار میں نام
 جاتا ہوں سے نظر لہا نال
 تم کو صاحب قرانی یہ تک
 ہے دل چم شہید اور کا رکھا
 پھر بڑا سخت طرازی کا لیاں
 بادیں کے اٹھنے ہی دنگ رکھا
 عرض سے بیان نہیں جہر رکھا
 ہواش کا دیتا ہے لٹ کر رکھا
 اب مسکو پائی مسکیر رکھا
 اب حیا پر دوسے دیکھا
 اب آلی سہی اسکتہ رکھا
 اب فریب نظر دیکھ رکھا
 دفر جن میں دیکھ رکھا
 ہزار ہا ہستیاں گر رکھا
 تم یہ اسے حالت اپنی تو رکھا
 ہے غلب غلب کا در رکھا

در صفت انجہ

ہاں دل دروست زمرہ سے
 غلام کا صفت پر رواں ہوا
 مجھ سے کیا ہو چتا ہے کیا لگے
 ہاں سے آسمان کا کچھ بیاں ہو جاے
 کیوں نہ کہ لے در مندر ہوا
 شہر گل کا ہے گلشن ہوا
 نکو لے فسردہ سرا لگے
 غلام نعلی رجب تھاں ہو جاے

آم کا کون مراد سےداں ہے
 تنگ کے تیار ہیں سبے داں
 آم کے آگے پیش جانے تنگ
 ز چار باب کی تفسیر صحت دور
 یہ بھی ناچار ملی کا کھونا ہے
 بھ سے پانچ تھیں غم کیا ہے
 نکل آس میں دشمن و برگ دبار
 دور دورا ہے قیاس کماں
 جہن میں ہوتی گر یہ شیرینی
 جان دینے میں آس کو کیا جان
 نکل آتا ہے یوں لگے یہ غم
 آتش لگے تھکا ہے قوام
 جان ہر گا کو فرار رفت سے
 انجمن کے ہنسیک صحت انص
 یا فکر غم نے شایخ نبات
 تب ہوا ہے غم شاں یہ نکل
 حاتم خراج نر ایک خسر دہاں
 آم کو دیکھت اگر ایک بار
 دینی کار گاہ ہر گد و خوا

غم و مشن نگہ و چنگاں ہے
 آسے یہ گسے اور یہ سیدان
 پھر آتا ہے بٹ بٹھ لے تاک
 باد آتا ہے ہنسیا انگور
 شہر سے پانی پانی ہوتا ہے
 آم کے آگے شیش کر کیا ہے
 جب لڑاں آتے تب ہواں کی جہاں
 جان شیریں میں پٹھا مس کماں
 کو مسکن باد چھوٹ گئی
 پر دوویں سہل سے دسکتا جان
 کو دورا مناد ازل میں مگر
 شیر کے تار کا ہے پریش نام
 باغیاں نے ابرخ ہست سے
 بحر کے نیچے ہیں سہ ہنر گلاں
 ذوق تک دیا ہے آب میات
 ہم کماں در نہ اور کماں غنسل
 رنگ کا نود ہر کماں بھاس
 پینک دیتا ہے دست ہنر
 تار شیں دوراں آب دہا

دھرو ماہ غسل کا گوش
 صاحب تلخ و برگ و بار ہے نام
 طویں دہسندہ کا جسگر گوش
 تازہ پروردگار ہے نام
 غصہ وہ نام جو نہ عین ہو
 وہ کہ ہے دانی و لایست غم
 غمزدیں عزیزشان و جام جمال
 کار فرماے دین و دولت و جنت
 سایہ اس کا جا کا سایہ ہے
 آئے مینیں و جو سایہ و نور
 اس منہا نہ ہند و پردہ کو
 شاہ و دل شاہ و دستاویز کیم
 نور غالب پاسداری کیم

قطعات

اس شمع تلخ نظر ہے شکل و نظیر
 پانی سے تیرے تلخ فرق و دولت اور کیم
 تیرا مقام سخن بیش از زلف الام
 جو سے عالم یہ کلمہ را بظرف کیم
 برکن لوح دم مر تبے معنی و لفظ
 تا ترے وقت میں ہم مینیں عرب کی کیم
 اسے جلازمہ کرم شیوہ ہے مستی و میل
 فرق سے تیرے کر کے کب سے عکس کیم
 تیری انکار ہم مینیں بلبل بسبیل
 تجھ سے دنیا میں کچھ مالہ و ذلیل کیم
 ہر کرم و داغ غم نامی سے نظیر و میل
 تا ترے عہد میں ہر رنج و عالم کی کیم

ماہ نے چھوڑا تو رستے جا نا باہر
 تیری جھنکری صبح کے سوا کی روین
 تیرا تھلا ترشہم ہرے بیتے کی فونہ
 بہتے تاسا رنے پا کر دوسے جگہ لہاں
 تھکے خالی ہے سریشہ لہو تات میں گانہ
 تیرا دل نہیں ہے واسطہ غریب عظیم
 تو سنی سے مراد صفر لگا کی دھڑکی
 ٹھہری گزرا تو رات شام سب کٹر
 سیرے ہجام پر ہوا ہے تھنق تو صبح
 نیک ہوا ہری حالت تو نہ دیا ٹھیک
 لہو گون دھنکے شستہ فدا کی پری پری
 گئے وہ دن کہ ادا ہستہ فیض کی بھلائی
 بس اب بگڑے یہ کیا شرنہ کی جانے وہ لہ جاؤ
 گلا کا ہر ذکر کیا تو نے ہنسے
 وہ ہنر وہ اسے شکر کہ ہے غیب
 صبر تو ادا وہن کی لگا ہی کہ بہت فکر
 وہ دن وہ اسے کا نہ وہ شیریں کو وہ دہا

در تعریف ذلی

ہے ہر صاحب کے کتب دستے ذی بچنی ذلی
 تیرے دیتا ہے ہر سے جس قدر اچھا کیے

عاشق گشت و عشق کو اسے کیا کہیے
 نثر کتب مستزبان گرامی کہیے
 ہنس اور مسر آشوب سینوں کہیے
 قائم دست پہلوں کے شاہ کہیے
 اختر سوزِ نیرس سے نسبت دے
 غزل ۱۳۱۰ و ۱۳۱۱ در صدم جگہ فرض
 رنج میں اس کو گر کہے قابلِ رنج
 صدمے میں اسے ضرر ہے گر ضرر نہ
 کہیں اسے غفلت و گنج بہت کہیے
 کہیں اسے گوہرِ تاباں تھوڑے کہیے
 کہیں اسے گلِ ہیرا میں لپیٹ کہیے
 بندہ ہر کے کہیں دست کو دل جیکے فرض
 نہ پوچھ اس کی حقیقت حضور وہا سے
 دکھائے کیوں نہ خود سے باہر

سہن سہرا

غش ہے اسے بخت کہ نہ تو تہہ سہرا
 کیا ہی اس چاند کو نہ پہچانے گا
 سر پہ چڑھ کر چھوڑتا ہے وہ بخت کھار
 لڑا جھگڑا ہی ہونے لگے ہو گئے موتی
 ہاتھ حضور وہ جس بخت کے سر پہ سہرا
 ہے تہہ میں دل ہنس نہ دکانہ سہرا
 لکھو کہ اسے کہ نہ پہچنے تو لہجہ سہرا
 وہ نہ کہیں لائے ہیں عشق میں لگا کر سہرا

ہاتھ سر گرہیاں کو اسے کیا کہیے
 ہر نہ بانے شکر خان خود ان کے
 دل و طرب بگر عاشقِ مشیبا کے
 سر پہستان پہ پڑا سے ماتا کے
 قابلِ شگین بخی و شکستِ یلا کے
 ہوا اسے سیاہی عشق کا کہیے
 رنگ میں سہنا نہ تیز سہا کے
 یکسو میں ہے شستہ کیم صبا کے
 کہیں اسے فقط پرکارِ قضا کے
 کہیں اسے سر و لب و ہوا کا کہیے
 کہیں اسے عشق ہے نہ کھولا کہیے
 اور اس بگنی سہارا کی کو سہرا کہیے
 شکر ہر گیتی ہے جس کی روحانی دہلی
 جو کھائے حضرت آدم و حوا دہلی

سات دیا کے فراہم کیے ہو گئے ہوتی
 تھی وہ دھاک کو گری سے سینہ چکا
 یہ بھی کہ بے اولیٰ کی کجاست نہ بیٹے
 تھی یہ ان میں نہ تھی کسی سے الگ
 بیک پہ پھر میں ساری نہ غرضی کے کہے
 تھی وہ حق کی دھک کو بھٹکی کی چمک
 تار تارم کا نہیں ہے یہ دگ ابر جد
 ہم تھی ہم میں غائب کے طرفہ دشمن
 تنہا ہے گرا کر شش احوال واقعی
 سو بہت سے ہے پڑنا نام سب سگری
 انہوں میں اور مراد سے ہے صلح کی
 کیا کم ہے بہت کہ غفر کا منہ ہمیں
 آشنا نہ سے ہو گئے پر عاشق کا خیال
 ہم جہاں تاسے شینشتہ کا ضمیر
 تھی کوئی اور ریتہ میں اس سے نہ تھا
 سسہا گیا نہ رہا ہشت بل بل
 شعل میں آ رہی ہے سنی گسترہ بات
 نہ چہ چن کی کوئی طرفہ ہو تو نہ سیاہ
 قسمت بری اس پہ طبیعت بری نہیں

تب بنا ہوا اس انداز کا گز بھر سوا
 ہے دگ ابر گز بار سسہا سسہا
 نہ گیا تھی کے دھس کے براہ سوا
 پانچ چھوں کا بھی پاک گز سوا
 گز سے پڑاں کا بھو پھر کوئی گز سوا
 کیوں نہ کہنے فریاد نہ واختر سوا
 واختر آپ گرا نہ پڑی کو گز سوا
 دیکھیں میں صوبہ سے کہہ سکا تھی بستر سوا
 اپنا ریا تین چھپت نہیں گئے
 کہ شاعری دریدہ عزت نہیں گئے
 ہر گز کی کسی سے صحت نہیں گئے
 ناگہ ہوا دھبہ و شروت نہیں گئے
 یہ سب یہ حال یہ طاقت نہیں گئے
 سو گز دور گواہ کی حاجت نہیں گئے
 بڑا افساد خاطر حضرت نہیں گئے
 دیکھا کہ چار غیر طاقت نہیں گئے
 قصہ اس سے قطع ہمت نہیں گئے
 سوا نہیں ہوا نہیں ہشت نہیں گئے
 ہے لنگر کی جگہ کشاکش نہیں گئے

صادق ہیں اپنے قولیں غالب خاکوہ
کشتہ زنج کو کھٹ کی عادت نہیں کے

خج

حضرت فلک ہمارے بچا کو کے
گر چہ تو وہ ہے کہ جنگار لگو گرم کرے
ہر شے وہ ہیں کہ گری رہی بھی غور کریں
فصل کا وہ ہوا جس کے جب سے صحت
باقی میں تیرے ہے تو میں دولت کی مٹاں
وہ سکنہ ہے مافر ہے جتا تیرا
اس پر گزرتے دھکیں دوج و بیا کا زندہ
ہے ہار شہنہ آخر ماہ صفر پہلو
جو آئے تھام ہر کے پے اور کھست
چٹے ہیں ہر شے روپے کے کھٹے حضور میں
یاں کھیکے کہ بچ سے خالی کیے ہوئے
غالب یکیا ویاں ہے گزرجع بادشاہ

جہ سے اتنی دولت ہے تو اس بات سے ہے
دانی ہر سہرا کھنڈہ تری ذات سے ہے
غیر کیا خود کے غرت ہی اوکھات سے ہے
نہت تک گونہ پہل کہ شہدات سے ہے
وہ دھات نام ہر سہرا تاجی مایات سے ہے
کو شرف غفر کی بھی ہو کہ وفات سے ہے
غالب خاک نہیں اہل خرابات سے ہے
نکلیں ہیں میں ہر کے نئے شکوہ کی ہار
ہر شے کو نہ تھامہ ہر شے کو کہ جائے چاند
چہین کے آگے ہم و غیر مرد ماہ ماند
ہاگوں ہی آفتاب ہیں اور شکار چاند
بھاتی نہیں ہے اب بھکے کوئی خوش شاند

دور خج شاہ

لے شاہ جاگیر حیدر علی ہمارا
جو حیدر شاہ کا شمش سے لدا ہو
مکے چکے طر سکند سے تراؤگر
چہ زب سے ہر دم تھے مسکن نبات
تو کہتے ہیں خدا کو سو گئی ہدایت
گراہ کو نہ چھوڑ میں سے ہدایت

غارِ نادر اور غریب اور غلام
 بارے فکر بھی ہو گیا سرِ شکر
 انگوں آپے تو کس سے کوں
 پیر و مرشد اگرچہ ہم کہ نہیں
 یکہ تو جانے میں چاہیے آفر
 کیوں خود کار ہو سکے پادشہ
 یکہ غریب نہیں ہے ایک سال
 رات کو آگ اور دن کو دھوپ
 آگ تپے کمان تک ہناساں
 دھوپ کی تابش آگ کی گرمی
 میری تھوڑی محنت ہے
 رسم ہے سودا کی چوڑی ایک
 ہم کو دیکھ تو ہوں پتھر حیات
 بسکہ کتابوں پر مینے قرض
 میری تھوڑی میں چھالی کا
 آج ہم سانپیں نہانے میں
 رزم کی داستان اگر سنیں
 رزم کا التزام اگر سیکھیں
 غم ہے گرد و دھن کی دھ

تھا ہمیشہ سے یہ عریض نگار
 جنبشیں ہو گئیں سطحن چار
 تھامائے ضروری الاطراف
 لڑائی کر ابھٹیں سر و دستا
 تازہ سے اور زعفران آفر
 جسم رنگتا ہوں ہے اگرچہ نزار
 پھر بنایا نہیں ہے دیکھی بار
 بھڑ میں جائیں ایسے بیل و خد
 دھوپ کھائے کمان تک جانور
 دقا بہشت ادا ہے انکار
 اس کے دھکے کا ہے جب بھڑ
 خلق کا ہے اسی پسین و خار
 اور چوڑی ہر سال میں ہزار
 اور ریتی ہے سود کی نگار
 ہو گیا ہے شکر یک ساہوکار
 شامِ غم کو گے خوش گشتار
 ہے نہاں میری تنگی چوہدر
 ہے غم بے سودا اور کوہدر
 قریب کر کر نہ ہم کو پند

آپ کا ہندو اور پھر بھی لگے
 میری حقارت کیجے ماہ بہ ماہ
 غم کرتا ہوں اب و نماپ کوام
 تم سناست رہو مسزادری
 یہ گھم ہوں لازم ہے میرا نام نہ لے
 جو اذلیل بیشتر کبھی کسی نہ لے
 نسل حاشیل ملے ہوتے نسل آپری
 تین دن کل سے پتلے تین دن کل کے ہر
 جسے انجن طے میرزا جعفر
 ہوئی ہے لیسوی فرزند سال میں غالب
 ہوں اب میرزا جعفر کی شادی
 کیا غالب کی بی بی کی کیا ہے
 کو ایک بادشاہ کے سب خاندان ہیں
 کاٹلہ و آفر صغریٰ کے ہم نے سوام
 آپ کا نوکر نور کھلیں انوار
 تازہ ہر جسکے زندگی دھوار
 شاعری سے نہیں ہے سروکار
 ہر دس کے ہوں دن پاس گزار
 جہاں میں وہ کئی فتح و غلظ کا لہجہ
 کہہ شرک ہے میرا شرک غالب
 بھیک کہ گزرتی اسے مدد ضرور ہوتی
 تین کل میں تیرویں چپ کے دن ہوتی
 کہیں کے گھگھے سے گھبراہٹ کی عطا
 نیکوں پر مائدہ سال جیسی پیچیدہ
 ہوا زہم طرب میں رقص تابہ
 تو ہوا انیشیل جینیشیل
 دیار واد لوگ ہم آشتیا نہیں
 اس سے ہے دیار کو ہم آشتیا نہیں

رباعیات

بعد از انعام بزم صمد الخصال
 آفتابے نبی تا سواد استلیم عدم
 ایام جوانی سے سفر گزشتہ سال
 آئے تیر گزشتہ یک قدم استقبال

شب زعمدہ تیغ فوق قتل کا فرم تھا
 رویا میں ہزار نگہ سے صبح تک
 آتش بازی ہے جیسے شعلہ لعل
 تھامہ عشق میں قیامت کوئی
 دل تھا کہ وہ جان و دم قیدہ سی
 ہم وہ دھڑکن آگے جلی انوس
 ہے خلق حد قاتل لڑنے کے لیے
 یعنی ہر بار صورت کا فتنہ یاد
 دل سخت ترند ہو گیا ہے گویا
 پر بار کے آگے دل نکلے ہی نہیں
 دکھ ہی کے پند ہو گیا ہے غالب
 دلت کہ شب کو چننے آتی ہی نہیں
 نکلے ہے نہیں گھر سے اسے دل
 آسائے کہنے کی کرتے ہی غواہش
 جس سے جو بھوکہ شاد بھاد نے وال
 پشاد پند وال ہے بہت و جداں
 نہیں سخت میں صفا تو لعل باہم
 ہوں مشعل دیکھوں مائل عالی باہم
 حق شکی تھا سے خلق کو شاد کرے

کیا سبھی کہیں کھڑے تمام تھا
 ہر قطرہ انگ ویدہ پڑم تھا
 ہے سوز بیکر کا بھی وہی ہر حال
 لوگوں کے لیے کیا ہے کیا میں کمال
 یہ تابی رنگ و صورت دیدہ سی
 نگارہ روا نہیں آجہدہ سی
 وحشت کو ہر سانس لڑنے کے لیے
 لٹے ہیں وہ چمک لڑنے کے لیے
 اس سے گھر مند ہو گیا ہے گویا
 غالب شہد ہو گیا ہے گویا
 دل تک تک کر رہ ہو گیا ہے غالب
 سونا سو گند ہو گیا ہے غالب
 تیرنی کے آگے سنو رہی کمال
 گویم شکیل و گریہ شکیل
 ہے لعل و غایا ہے شمشاد پادال
 ہے دولت و دین و دانش واد کی وال
 آگاہ ہستی جو ہستی باہم
 ہے انکے شب قدر واد ال باہم
 تا شاد شیعہ وادش واد کرے

یہ دلی ہوئی ہے پرستہ میں گناہ
 اس پرستہ میں لاکھ تاروں بگڑا
 ہر پکار کا ایک گونہ کر
 کہتے ہیں کہ اس دور و مہا نہیں
 جو آقا کفر سے اٹھ آیا ہوا
 ہم گر رہے ہیں سلام کرنے والے
 کہتے ہیں کہیں خدا سے لڑا
 سامانی خود خواب کہاں سے لڑا
 روز مرہ ایسا ہے غالب دیکھ
 ہیں ہم کہیں کو کوئی کیا جانے
 کہیں کہیں گے ہم دس ایسے خود
 ہے سفر کہ افزائش اہل کرے
 اتنے ہی ہیں شمار ہیں بگڑا
 اسی گریں مسند ہیں بگڑا
 عشاق کی پستل سے اٹھے عا نہیں
 کیونکر ماؤں کو اس میں تو نہیں
 کرتے ہیں رنگ کام کرنے والے
 وہ آپ ہیں صبح و شام کرنے والے
 آرام کے اسباب کہاں سے لڑا
 جس خانہ و رقبہ کہاں سے لڑا
 نیچے ہیں جو دستاں شہرہ لڑا
 فیروزہ کی تسبیح کے ہیں وہ لڑا



انتخاب کلام غالب

فریبِ نسبتِ ایہاد کا تماشا دیکھ
بگاہِ عکسِ فروش و خیال آئینہ ساز
ہجومِ نگر سے دلِ شلِ بوجِ لرزے ہے
کوششِ نازک جہاں آئینہ گذر

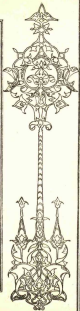
ہم خطِ محکمے تھے لیکن زخمِ دل پر رسم کر
آخر اس پردے میں تو ہنسی تھی لئے صبحِ حمال
فلکوں درود و دردِ داغ لئے جو فاسقِ درک
خوں جیسے یک جہاں آئینہ ہے تیرا خیال

تماشاے گلشنِ تنائے جیون
ہمارا مستہرینا گنگار میں ہم
اسدِ شکوہ کفر و دعا ناسپاسی
ہجومِ تنائے ناچار ہیں ہم

زلفِ خیالِ نازک و اظہارِ مستور
یارِ بیاںِ بحثِ انکشِ گفتگو نہ ہو



مکن نہیں کہ جہول کے بھی آئینہ ہوں
 نہیں شبِ غم میں آئے ہوئے عینا وہ عینہ ہوں
 ہوں درد مند جبر ہو یا اختیار ہو
 کہ تالا کشیدہ گراں گناہ چھوہ ہوں
 پیدا نہیں ہے پہلِ ننگ و تازہ بستہ
 مانتہ ہوئے آپ نہ بانی بریدہ ہوں
 جاں لب پہ آئی تو بھی نہ شیریں گاہیں
 نہ کہ تکیِ حسنم چراں چھوہ ہوں
 نے مجھ سے علاقہ نے ساغر سے واسطہ
 میں مغربِ شمال میں سب بریدہ ہوں
 ہوں خاکسار پر یکسی سے چہ بھکودگ
 نے دادِ افتادہ ہوں نے اس چیدہ ہوں
 اہلِ باغ کے حلق میں ہر چند ہیں لیلیٰ
 پر ماحیوں کے غم میں نہیں بگڑدہ ہوں
 ہرگز کسی گال میں نہیں ہے مری جگہ
 یہی کلام غمزہ کے نام شیدہ ہوں



ہوں مگر ہیئتِ تہجد تھوڑے فوج
 میں قندیلِ گلشنِ نازِ مستیہ ہیں
 میں شیشِ واکشاہ و گلشنِ فکرِ زرب
 یکس جیٹ کر شہنمِ نورِ شید دیدہ ہیں
 پانی سے ملکِ گزیرہ آگ سے جلیں آہ
 دوتا ہوں آئینے سے کمرہ مگر وہ ہیں

شکوہ و شکر کا فریم و امید کا بحر
 غارِ آگس خراب دلِ درجہ بار بحر
 دشتِ دہلیجی ہے شمسِ قدوس
 رشتہِ مضر کو تالا نارسا بحر
 گاہِ بدخوارِ امید و ارگِ بدھیم ہم تاک
 گر یہ خدا کی پادشہی کا بحر
 آئے ہر آپ صلیقِ عشقِ صلیحی استہاں
 عشق کو خصلِ ذکرِ تاز کو استہاں بحر
 نے سرورِ یک آرزو نے سرورِ یک شکوہ
 لئے دلِ جانِ خلقِ تو ہم کو بھی تھکا بحر



میں ہوں شش تاقی جفا مجھ پہ جفا اور سی
تم ہو بیداد سے خوش اس سے ہوا اور سی
تم ہو محبت پر تمہیں پند اور خدا کی کیوں ہے
تم خداوند ہی کہلاؤ مست اور سی
کیوں نفروں میں فتنہ کو بڑا پس یا رب
سیر کے واسطے قہر ہی سی فضا اور سی

عرض ہر شک پر ہے فضا سے زمانہ تنگ
صحرائیں کہ دعوت دریا کرے کوئی

یا رب ہیں تو خواہ میں بھی مت دکھاؤ
یہ محشم خیال کہ دنیا کیسے جیتے

شاں ہے کہ ہر قصہ درج ہو شناسی میں
کہیں قہر ہے تشال عورت ناز و ریا ہے

خبر نگہ کو نگہ چشم کو عدد جانے
وہ جلوہ کر کہ زمین طاق اور نہ تو جانے

